طاہرہ
قرۃ العین
(ایران کی خاتونِ اول)
مارتھا روٹ (ترجمہ: عباس علی بٹ)

قرۃ العین طاہرہ

مصنفہ مارتھا روٹ

(اصل انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا گیا)

مترجم عباس علی بٹ

شائع کردہ: بہائی پبلشنگ ٹرسٹ (شاخ پاکستان)

ملنے کے پتے

بہائی ہال۔ کراچی نمبر ۵ (پاکستان)

پوسٹ بکس ۱۹، نیو دہلی (بھارت)

(مطبوعہ مشہور آفسٹ لیتھو پریس۔ میکلوڈ روڈ۔ کراچی)

قرۃ العین طاہرہ

فہرست مضامین

خاتونِ اوّلین ایران حضرت طاہرہ کے احوال کو سمجھنے کے لئے آپ
کے زمانہ کے ایران کے متعلق کچھ سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ ہمارے لئے
یہ بھی لازمی ہے کہ ہم اُس حیرت انگیز روح بخش دین کے متعلق بھی
پوری واقفیت حاصل کریں جو بہائی دین کے نام سے مشہور ہے اور جو
اُنیسویں صدی میں اُس سرزمین میں پیدا ہوا تھا۔ اُس وقت عورتیں کم یا
زیادہ محکومی کی حالت میں تھیں۔ اب عورتیں جن کی تعداد تمام نوعِ انسان
میں آدھی ہے۔ صدیوں کی غنودگی کے بعد اپنے نئے مقام سے کماحقہ
آگاہ ہوگئی ہیں اور نئے خیالات و اقدام کا اثر قبول کر رہی ہیں۔ اُن
کے لئے یہ جاننا اہتزاز انگیز دلچسپی کا باعث ہوگا کہ عورتوں کے حق
رائے دہندگی کے لئے پہلی عورت جو شہید ہوئی وہ مغربی نہ تھی بلکہ ایک
جوان شاعرہ طاہرہ تھی جو ایران کے شہر قزوین کی رہنے والی تھی اور
جسے قرۃ العین بھی کہتے ہیں۔

حضرت عبدالبہاء نے آپ کی بہت تعریف کی ہے۔ مجھے وہ الفاظ

یاد ہیں جو آپ نے مغرب میں ہیں فرمائے تھے :-

"ہمارے عصر کی عورتوں میں ایک مسلم مجتہد کی بیٹی قرۃ العین ہے حضرت باب کے ظہور کے وقت آپ نے ایسی ہمت و شہامت دکھائی کہ جس کسی نے بھی آپ کی تقریر سُنی وہ حیران و ششدر رہ گیا۔ حالانکہ ایران میں قدیم الایام سے پردہ کی رسم تھی مگر آپ نے پردہ اُتار کر دور پھینک دیا اور اگرچہ عورت کا مرد کے ساتھ ہمکلام ہونا معیوب سمجھا جاتا تھا مگر اس بہادر عورت نے بڑے بڑے عُلماء و فضلاء سے مناظرے و مباحثے کئے اور سب پر غالب آئیں - حکومتِ ایران نے آپ کو قید کرلیا سڑکوں میں آپ پر پتھّر پھینکے گئے اور لعنت اور پھٹکار کی گئی - آپ کو جگہ بجگہ شہر بدر کیا - موت کی دھمکیاں دی گئیں مگر آپ نے اپنی بہنوں کی آزادی کے لئے جد و جہد کرنے میں کبھی ہمت نہ ہاری - آپ نے نہایت بہادری و تحمل کے ساتھ ظلم و ستم برداشت کئے - قید خانہ میں بھی آپ نے بہتوں کو حضرت باب کا مومن بنایا - ایران کے ایک وزیر کو جس کے مکان میں آپ قید تھیں آپ نے فرمایا :-

"آپ مجھے جان سے مار سکتے ہیں مگر آپ عورتوں کی آزادی کو نہیں روک سکتے "

آخر کار آپ کی درد بھری زندگی ختم ہوئی - آپ کو ایک باغ میں لے گئے اور وہاں گلا گھونٹ کر آپ کو شہید کر دیا - آخر وقت جب آپ کو شہید کرنے کے لئے باغ کو لے جانے والے تھے تو آپ نے اپنی بہترین پوشاک پہنی

گویا آپ کسی برات کے لئے جارہی ہیں - آپ نے ایسی اولوالعزمی اور بہادری سے جان دی کہ سب دیکھنے والے متحیر و مسحور ہو گئے - آپ صحیح معنوں میں بہادر عورت تھیں - آج بھی ایران میں بہائیوں میں ایسی خواتین ہیں - جو بے جھجک ہمت اور منصفانہ بصیرت کی مالک ہیں - وہ لوگوں کے بڑے بڑے جلسوں میں فصیح و بلیغ تقریریں کرتی ہیں -

حضرت طاہرہ کی دلیر و لافانی شخصیت ابدالاباد تک قائم رہے گی کیونکہ آپ نے اپنی بہنوں کے لئے اپنی جان فدا کی ہے -

آپ کی بے غرضانہ جانفشانی کی خوشبو پانچوں براعظموں میں پھیل رہی ہے - تمام دینوں - دھرموں - قوموں - جنسوں کے سب کے سب انسان اس وقت آپ کے مداح ہیں اور آپ کے اشعار سن سن کر جذبِ شوق کے آنسو بہاتے ہیں - آپ کے بلا خوف اور نڈر قیام سے توازن پلٹ رہا ہے اور عورتیں مردوں کے برابر ہوتی جا رہی ہیں - زور زبردستی کا فرسودہ معیار بے اثر ہوتا جارہا ہے - بداہت - بصیرت - کائناتی COSMIC احساس اور محبت و خدمت کی روحانی صفات جو عورت میں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں زور پکڑتی جارہی ہیں - آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ نیا باب ایک ایسا زمانہ ہے جس میں تمدّن کے مردانہ و زنانہ عناصر کا توازن برابر ہو رہا ہے - مرد اور عورت طائرِ انسانیت کے دو بازو ہیں اور یہ طائر اُس وقت تک اپنی بلند ترین پرواز نہیں کرسکتا جب تک اس کے دونوں بازو برابر مضبوط اور متوازن نہ ہوں - بہائی دین کی اہم تعلیمات

یں سے ایک یہ ہے کہ عورت کو مرد کے برابر سمجھا جائے اور اُسے برابر کے حقوق و مراعات - برابر کی تعلیم اور برابر کے مواقع دئے جائیں - حضرت طاہرہ نے ان اونچے معیاری اصولوں کے لئے جان دی - لیکن آج ہمارا کام اپنی روزانہ زندگی میں اُن پر عمل کرنا ہے -

پیارے ناظرین! میں کسی طرح بھی اُس زمانہ کے ایران کے حالات کو جس میں حضرت طاہرہ تھیں ایسی اچھی طرح بیان نہیں کر سکتی جیسا کہ وہ درخشاں و ہو بہو تصویر بیان کرتی ہے جو دین بہائیؑ کے ولی حضرت شوقی افندی نے اپنی تاریخی کتاب مقالۂ نبیل "مطالع الانوار" (ڈان بریکرز[1]) کی ماہرانہ تمہید میں پیش کی ہے - آپ کی شفقت آمیز مہربانی سے میں اس تمہید میں سے کچھ منتخب عبارات یہاں لکھتی ہوں :-

"امر بہائیؑ نے دنیا میں خوب شہرت حاصل کر لی ہے - اب وقت آگیا ہے کہ نبیل کی یہ بے عدیل تاریخ جو آپ نے تاریک ایران میں اس امر کے آغاز کے بارے میں لکھی ہے دنیا کے سامنے پیش کی جائے کیونکہ یہ بہت سے ناظرین کی دلچسپی کا سبب ہو گی .... آپ کی تاریخ کے خاص خاص عنوان یہ ہیں :-

حضرت باب کی پاک و اولوالعزم ہستی - آنحضرت کی حلیم - سنجیدہ - جوشیلی - ارادہ کی پکی اور سب پر غالب شخصیت - آپ کے پیروؤں کا جذب و ایثار اور اُن کی فداکارانہ عقیدت جنھوں نے ظلم و ستم کو نہ صرف بے نظیر حلم و ہمت

---

[1] ڈان بریکرز انگریزی میں امریکہ سے شائع ہوئی ہے -

سے برداشت کیا بلکہ اکثر اوقات نہایت خوشی وشوق سے اُسے سہا - حاسد علماء دین
کا غیض وغضب جنھوں نے اپنی مطلب برآری اور غرض کے لئے خونخوار عوام
کو بھڑکایا - یہ سب ایسی سادہ زبان میں بیان کئے گئے ہیں جو ہر ایک کی سمجھ میں
آسکتی ہے مگر اس تاریخ کی تفصیلات کو سمجھنے یا اس بات کا صحیح اندازہ لگانے
کے لئے کہ حضرت بہاء اللہ اور آپ کے مبشر کا کام کس قدر بلند اور کس قدر
مشکل تھا - ایران کی حکومت - اس کے علماء کی حالت اور اس کے لوگوں کے
رسم ورواج اور اُن کی ذہنی کیفیت کا جاننا نہایت ضروری ہے ....
خوش قسمتی سے انگریزی زبان میں اُنیسویں صدی کے ایران کے متعلق بہت
سی کتابیں موجود ہیں جو ناظرین کے لئے اس مضمون پر کافی روشنی ڈال
سکتی ہیں - فارسی سے انگریزی میں ترجمہ شدہ کتابوں سے لارڈ کرزن - سرجان
ملکم اور دیگر بہت سے یورپین سیاحوں کی کتابوں سے اُن گندے حالات کی
روشن و ہوبہو تصویر دیکھ سکتے ہیں جن سے حضرت باب کو جب آپ نے
اُنیسویں صدی کے وسط میں امر اللہ کا اعلان فرمایا دوچار ہونا پڑا -

سب کے سب عینی شاہد اس بات پر متفق ہیں کہ ایران ایک کمزور
و پسماندہ ملک ہے - اس کے باشندے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف
تھے - رشوت خوری اور خونخوار تعصبات کا شکار تھے نا اہلیت اور عشرت جو اخلاقی
پستی کا نتیجہ ہیں ملک میں پھیلی ہوئی تھیں - اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ تک کوئی بھی ایسا
نہ تھا جس میں اصلاحات کے طریقوں کو جاری رکھنے کی اہلیت یا قابلیت ہو یا
جو ملک کے حالات کو بہتر بنانے کا خواہشمند ہو - قومی تکبر انھیں شیخی آمیز خودستائی

کا سبق دیتا تھا۔ تمام چیزوں پر ایک مردہ سکون چھایا ہوا تھا اور عام ذہنی سکتہ کی حالت نے ترقی کو ناممکن بنا کر دکھا دیا تھا۔

تاریخ کے پڑھنے والوں کے لئے اس قوم کا انحطاط جو کسی وقت طاقتور اور ارجمند تھی نہایت ہی افسوسناک تھا۔ حضرت عبدالبہاء جو باوجود اُن سب مظالم کے جو اس قوم نے حضرت بہآء اللہ۔ حضرت باب اور خود آپ پر کئے اپنے وطن سے محبت رکھتے تھے۔ اس قوم کی اس تذلیل کو "قومی سانحہ" TRAGEDY کہا کرتے تھے اور اپنی کتاب "مدنیہ" میں جس میں آپ نے اپنے اہل وطن کے قلوب کو کامل و اساسی اصلاحات کے جاری کرنے کی ترغیب دی ہے اُس قوم کی موجودہ حالت پر پُرسوز و عدت آمیز نوحہ کیا ہے جس کی فتوحات ایک زمانہ میں مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلی ہوئی تھیں اور جو نوع انسان کے تمدن کی بنیاد ڈالنے میں سب سے اوّل صف میں گنی جاتی تھی۔ آپ لکھتے ہیں اس میں شک نہیں کہ پہلے زمانہ میں ایران ساری دنیا کا دل تھا اور اس کی قوم دوسری قوموں کے درمیان ایک روشن شمع کی مانند تھی۔ نوع انسان کے اُفق سے اس کا نور و اقبال صبح صادق کی طرح درخشاں تھا۔ اس سے علم کی روشنی پھیلتی تھی اور مشرق و مغرب کی قومیں روشن ہوتی تھیں۔ اس کے سلاطینِ تاجدار کی شہرت کا آوازہ دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے شہنشاہوں کے جلال نے یونان اور روما کے حکمرانوں کو نیچا دکھایا۔ اس کی سیاسی حکمتِ عملی دانایانِ جہاں کو مرعوب کرتی تھی اور دنیا کے حکمران اُس کی سیاسی تدابیر

کے مطابق قوانین مرتب کرتے تھے۔ ساری دنیا میں ایرانی "فاتحین کے فاتح" مشہور تھے اور اپنے علم و تمدن کے لئے بجا طور پہ سراہے جاتے تھے۔ اُن کا ملک تمام علوم و فنون کا مرکز۔ تمدن کی کان اور نیکیوں کا سرچشمہ تھا۔۔۔ ۔۔۔۔ اب کیا ہوا کہ اس اعلیٰ ترین ملک نے کاہلی۔ سستی اور لاپرواہی کے سبب علم و تنظیم کے فقدان سے اور لوگوں میں جوش و انجذاب کے نہ ہونے سے اپنے اقبال کے نور کو مدھم اور بجھنے کے قریب کر دیا ہے۔"

دیگر مصنفین نے بھی ان رنجدہ حالات کا جن کی طرف حضرت عبدالبہآ اشارہ فرماتے ہیں پورا پورا حال لکھا ہے۔

لارڈ کرزن لکھتا ہے کہ حضرت باب کے اعلان کے وقت "ایرانی حکومت علمار وقت کے ہاتھ میں تھی۔ اسماً یہ مذہبی حکومت تھی۔ مگر حقیقت میں یہ بے نام و ننگ قوم بے رحم اور فاسدالاخلاق تھی۔ اس کی بنیاد مذہبی دیوانگی پر تھی جو حکومت اور لوگوں کی معاشرتی زندگی میں رچی ہوئی تھی۔ کوئی قانون و آئین نہ تھا نہ کوئی ایسی شخصیت ہی تھی جو رفاہِ عام کے کاموں کی سربراہ ہوتی۔ اس میں نہ تو کوئی ایوان امراء ہی تھا۔ نہ کوئی پریوی کونسل تھی۔ نہ کوئی مجلس علما تھی اور نہ کوئی پارلیمنٹ تھی۔ شاہ خود مختار تھا اور اُس کی بے آئین حکومت کا اثر تمام افسرانِ حکومت یعنی وزراء و گورنروں سے لیکر ایک معمولی کلرک حتیٰ کہ گاؤں کے چودھری سے ظاہر ہوتا تھا۔ کوئی دیوانی عدالت نہ تھی جو بادشاہ کی طاقت کو روکتی یا اُس پر کوئی ترمیمی اثر ڈالتی۔ نہ اُن اختیارات کی اصلاح کرنے کے لئے جو وہ اپنے ماتحت افسروں کو دیا کرتا تھا کوئی انتظام

تھا - اگر کوئی قانون تھا تو وہ بادشاہ کے منہ سے نکلی ہوئی بات تھی . . . .
شاہ اگر کسی مقدمہ کا جو اُس کے سامنے لایا جاتا تھا منصفانہ فیصلہ کرنا چاہتا
تھا تو وہ ایسا نہ کرسکتا تھا کیونکہ وہ اُن اطلاعات پر جو اُسے بہم پہنچائی جاتی
تھیں بھروسہ نہ کرسکتا تھا - یا تو ضروری باتیں اُس تک پہنچتی ہی نہ تھیں - یا
واقعات کو رشوت خور افسروں اور علاقہ مند گواہوں کے ذریعہ توڑ مروڑ کر اُس تک
پہنچایا جاتا تھا" رشوت خوری کی رسم ایران میں اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ایک
روزمرہ کا معمول بن گئی تھی - لارڈ کرزن اس کے متعلق لکھتے ہیں :-

"اس سے پہلے کہ میں ایرانی قانون اور اُس کے عملدرآمد کے مضمون کو
چھیڑوں میں اُس کی سزاؤں اور ایران کے جیل خانوں کے بارے میں مختصر سا
لکھتا ہوں :-

پچھلی صدی اور اس صدی کی تاریخ ایران ظلم و ستم کی ایک داستان ہے
اس کے خونیں صفحوں کو پڑھتے ہوئے ایک یورپین کو اُن وحشیانہ سزاؤں اور
نفرت انگیز ظلم و اذیت سے بڑھکر اور کوئی چیز ہولناک دکھائی نہیں دیتی جن سے
اُس کے صفحے کے صفحے بھرے پڑے ہیں - یہ سزائیں حیوان صفت ظالموں کی
سفاکی اور شیطان صفت انسانوں کی ستم آفرین کیاست کی پے درپے
اور بولتی ہوئی گواہ ہیں - ایرانیوں کا دماغ ظلم کے نئے نئے طریقے سوچنے
اور دکھ سے بے پروائی و بے حسی ظاہر کرنے میں بہت چلتا ہوا رہا ہے
حکومت سے سزا پائے ہوئے لوگوں کا کام تمام کرنے میں انھوں نے ان دونوں
صفتوں کے استعمال میں اپنی سفاکی و سنگدلی کا پورا پورا ثبوت دیا ہے - ابھی

بہت مدت نہیں گذری بلکہ موجودہ حکومت کے شروع زمانہ میں مجرموں کو دار پر کھینچنا۔ توپوں سے اڑوانا۔ زندہ زمین میں دبا دینا۔ میخوں سے دیوار یا درخت میں زندہ ہی جڑ دینا۔ گھوڑوں کی طرح اُن کے پاؤں میں نعل لگانا درختوں کے سروں کو جوڑ کر اُن میں ایک ایک ٹانگ باندھنا پھر اُن سروں کو چھوڑ کر انسان کے دو ٹکڑے کرنا۔ جسم میں سوراخ بنا کر اُن میں موم بتیاں گاڑ کر اور اُنھیں جلاکر شہر میں پھرانا۔ زندہ انسانوں کی کھال کھنچوانا۔ چرخ پہ چڑھانا عام سزائیں تھیں جو ایران میں دی جاتی تھیں۔"

"حضرت باب نے شروع ہی سے احساس کرلیا ہوگا کہ آپ کے اہلِ وطن آپ کی تعلیمات کی کیسی قدر کریں گے اور ملاؤں کے ہاتھوں آپ کا کیا حال ہوگا مگر یہ شخصی خیالات آپ کو اپنے دعویٰ کو کھلم کھلا پیش کرنے اور امر اللہ کا اعلان کرنے سے نہ روک سکے۔ نئی تعلیمات جو آپ نے پیش کیں وہ اگرچہ قطعاً دین سے تعلق رکھتی تھیں مگر انقلاب انگیز تھیں۔ آپ کے دعویٰ نے سارے ایران کے ارکانِ دین و ملت کو ہلا دیا۔

آپ نے اعلان کیا کہ آپ قائم آل محمد ہیں یعنی وہ بڑا پیغمبر یا مہدیٔ موعود ہیں جس کے ساری دنیا کے مسلمان نہایت شوق سے منتظر تھے۔ آپ نے اس کے ساتھ یہ اضافہ کیا کہ آپ "باب" یعنی ایک بہت بڑے ظہور کے دنیا میں ظاہر ہونے کے مبشر ہیں ...."

آپ قائم تھے اور اولوالعزم مستقل ظہورِ خدا بھی تھے۔ اپنے بعد آنے والے ظہور الٰہی کے لئے آپ ایسے ہی تھے جیسے یوحنا بپتسمہ دینے والا

حضرت مسیح سے پہلے تھا۔ آپ ایک ایسی ہستی کے مبشر تھے جو آپ سے زیادہ طاقتور ظہور کے ساتھ ظاہر ہونے والی تھی۔ آپ کے امر کو اُس عظیم الشان ہستی کے امر میں مِل جانا تھا جس طرح یوحنا بپتسمہ دینے والا حضرت مسیح کا پیشرو یا دروازہ تھا۔ اسی طرح حضرت باب حضرت بہاء اللہ کے مبشر و دروازہ تھے۔ حضرت باب کے ردّ کئے جانے اور ستائے جانے کا سبب حقیقت میں وہی تھا جو حضرت مسیح کے ردّ کئے جانے اور ستائے جانے کا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ ایک نئی کتاب نہ لاتے۔ اگر آپ حضرت موسیٰ کے روحانی اصول کا نہ صرف اعادہ ہی کرتے بلکہ آپ کے آئین و قوانین کی حمایت بھی کرتے تو آپ ایک معمولی مصلح اخلاق تصوّر کئے جاتے اور فقیہوں و فریسیوں کے ظلم کا نشانہ نہ بنتے۔ مگر اس بات کا دعویٰ کرنا کہ حضرت موسیٰ کی شریعت کا ہر ایک حکم حتّیٰ کہ طلاق و سبت کے احکام جیسے مادی قوانین بدل سکتے ہیں اور بدلنے والا ناصرت کا ایک معمولی واعظ ہو فقیہوں اور فریسیوں کے مفاد کے لئے سخت خطرناک تھا اور چونکہ وہ حضرت موسیٰ اور خدا کے نمائندے تھے اس لئے حضرت مسیح کا دعویٰ بزرگ و برتر خدا کے خلاف کفر تھا۔ جوں ہی حضرت عیسیٰ کے دعویٰ کا پتہ لگا آپ پر ظلم و ستم شروع ہو گیا۔ اور چونکہ آپ اپنے دعویٰ پر مستقل مزاجی سے قائم رہے اس لئے آپ شہید کر دئے گئے۔

بعینہٖ انہی حالات کے ماتحت حضرت باب کی علماء وقت نے جو اپنے مفاد کو خطرے میں سمجھتے تھے۔ شروع ہی سے دشمنی کی اور آپ کو دین کا خراب

کرنے والا کہا مگر اس تاریک اور مذہبی دیوانگی سے اندھے ملک میں بھی (اٹھارہ صدیاں پیشتر کے فلسطینی فریسیوں کی مانند) آنحضرت کو برباد کرنے کا جنھیں وہ اپنا دشمن سمجھتے تھے کوئی معقول بہانہ پیش نہ کر سکے ....

"بابیوں کی دفاعی کوششیں ہر جگہ ناکام رہیں۔ دشمن اپنی تعداد کی کثرت کے سبب ہر جگہ اُن پر غالب ہوئے۔ حضرت باب کو بھی قیدخانہ سے لاکر جام شہادت پلایا۔ سوائے حضرت بہاء اللہ کے آپ کے خاص شاگردوں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا۔ آپ کو بھی معدودے چند وفادار پیروؤں کے ساتھ آپ کا سب کچھ چھین چھان ولوٹ گھسوٹ کر بطور ایک قیدی کے ایک غیر مُلک کو جلا وطن کردیا"۔

یہ آگ اگرچہ دب گئی تھی مگر بجھی نہ تھی۔ یہ اُن جلا وطنوں کے دلوں میں روشن تھی جو سفر کرتے ہوئے اسے مُلک بہ ملک ساتھ لے گئے۔ اپنے وطن ایران میں یہ اتنی دور تک پہنچ چکی تھی کہ مادّی ظلم و تشدّد سے اس کا بجھنا محال تھا یہ لوگوں کے دلوں میں سلگتی رہی ایک عالمگیر شعلہ بننے کے لئے اُسے صرف ایک روحانی پھونک کی ضرورت تھی۔

حضرت باب کی پیشین گوئی کے مطابق عین اُس وقت جو آپ نے پہلے سے بتا دیا تھا۔ خدا کے دوسرے بزرگ تر ظہور نے اعلان فرمایا: بابی دور کے آغاز سے نو ۹ سال بعد یعنی ۱۸۵۳ء میں حضرت بہاء اللہ نے اپنی الواح میں اپنے امر اور اپنی شخصیت کی طرف اشارہ فرمایا اور دس سال بعد

جب آپ بغداد میں ساکن تھے۔ آپ نے اپنے ہمراہیوں کے سامنے موعودہ ظہور ہونے کا اعلان فرمایا۔

اب وہ بڑا اور بزرگ دین جس کے لئے حضرت باب نے راستہ تیار کیا تھا اپنی قوت و وسعت کو ظاہر کرنے لگا۔ اگرچہ حضرت بہاء اللہ ساری عمر جلاوطنی اور قید میں رہے حتّیٰ کہ اسی حالت میں آپ صعود فرما گئے اور بہت کم اہل یورپ نے آپ کو دیکھا مگر آپ کی الواح نئی آمد کی خوشخبری کے ساتھ نئی اور پرانی دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کے پاس پہنچائی گئیں۔ شاہِ ایران۔ پوپ اعظم اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے پریزیڈنٹ کو بھی الواح بھیجی گئیں۔ آپ کے صعود کے بعد آپ کے فرزند عبدالبہاء بنفسِ نفیس اس بشارت کو مصر اور مغرب میں دور دور تک پہنچانے کے لئے انگلستان۔ فرانس۔ سویزرلینڈ۔ جرمنی اور امریکہ گئے اور ہر جگہ اس بات کا اعلان کیا کہ آسمان کے دروازے پھر کھولے گئے ہیں اور ایک نئی دنیا کا دور بنی نوع انسان کو برکت دینے کے لئے نازل ہوا ہے۔ آپ نومبر ۱۹۲۱ء کو صعود فرما گئے۔ اور آج وہ آگ جو ایک وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈی کردی گئی ہے۔ ایک دفعہ پھر چمک اٹھی ہے اور ایران کے ہر ایک حصہ میں روشن ہے۔ برِاعظم امریکہ میں جل رہی ہے۔ اور دنیا کے ہر ایک ملک میں شعلہ زن ہے۔

حضرت بہاء اللہ کے الہامی کلام اور حضرت عبدالبہاء کے مستند بیانات پر بہت سی کتابیں ان کی شرح و شہادت کے طور پر لکھی گئی ہیں

اخلاقی و روحانی اصول جن کا حضرت بہاء اللہ نے برسوں پہلے تاریک ترین مشرق میں اعلان فرمایا تھا اور جنھیں آپ نے ایک مربوط اسکیم کے سانچے میں ڈھالا تھا اب ایک ایک کرکے دنیا میں تمدن و ترقی کے لئے ضروری سمجھے جاتے ہیں اگرچہ لوگ اُن کے بنانے والے (جلّ ذکرہٗ) سے آگاہ نہیں ہیں۔ اس بات کے احساس نے کہ دنیا قدیم حالات کو پیچھے چھوڑ آئی ہے اور پرانے دین اسے موجودہ اضطراب سے نجات نہیں دے سکتے عقلمند لوگوں کو یاس و شک سے بھر دیا ہے سوائے اُن لوگوں کے جو حضرت بہاء اللہ کی تاریخ میں اس ہمارے زمانہ کی نئی نئی اور فوق العادۃ باتوں اور نشانوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سب لوگوں پر یاس اور نا اُمیدی چھا رہی ہے "

حضرت باب اور آپ کے برگزیدہ حواریوں کیلئے حضرت بہاءاللہ کا خراج تحسین

(ماخوذ از کتاب ایقان)

"حالانکہ عالم شباب تھا اور آپ جوان تھے پھر بھی بے خوف و ہراس انجام سے بے پرواہ آپ نے اپنے امر کا اعلان فرمایا۔ اگرچہ ہر رذیل و شریف دولت مند و فقیر۔ سلطان و رعایا۔ غرض کل اہل دنیا آپ کے مخالف تھے۔ آپ کمال استقامت سے اپنے امر پر قائم رہے۔ چنانچہ یہ بات سب پر روشن ہے۔ کیا یہ کام امر الٰہی اور مشیت ربانی کے سوا کسی اور ذریعے سے ہو سکتا ہے۔ خدا کی قسم اگر کوئی اور اس قسم کے دعویٰ کرنے کا خیال بھی دل میں لائے تو فوراً برباد ہو جائے۔ اگر ساری دنیا کے دل اُس کے سینہ میں بھر دئے جائیں تو بھی خدا کی اجازت کے بغیر اور بغیر اس کے کہ اُس کے دل کی نہر فیضِ الٰہی کے چشمہ سے ملی ہو اور اُس کا نفس مسلسل عنایاتِ ربانی سے مطمئن ہو کبھی ایسے دعویٰ کی جرأت نہیں کر سکتا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی جرأت کو یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ کیا یہ لوگ آپ کو پاگل کہتے ہیں جیسا پہلے انبیاء کو کہتے رہے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ ظاہری ریاست حاصل کرنے کے لئے اس کام کا مرتکب ہوا ہے۔ سبحان اللہ! آپ (حضرت باب جلّ ذکرہ) اپنی سب سے پہلی کتاب قیوم الاسماء میں جو تمام کتابوں سے اعظم و برتر ہے اپنی شہادت کی

خبر دیتے ہیں اور یہ آیت نازل فرماتے ہیں :-

"اے خدا کی دائمی نشانی جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب تجھ پر قربان ہے۔ تیری راہ میں گالیاں کھانا مجھے گوارا ہے اور میری بجز اس کے کوئی تمنّا نہیں کہ تیری محبت میں قتل کیا جاؤں اور میرے بھروسہ کے لئے خدائے برتر کافی ہے۔"

ایسے بیان کے مالک کو کیا کہہ سکتے ہیں کیا وہ بجز راہِ الٰہی کے کسی اور راہ میں ہے یا سوائے رضائے خدائی کسی اور چیز کا طالب ہے۔ اسی آیت میں ایسی نسیم انقطاع مکنون ہے کہ اگر چلے تو سب ہیاکل وجود جان و روان کو قربان کریں۔

اب ملاحظہ فرمائیں کہ شجر رضوان الٰہی (حضرت باب عزّ ذکرہ) نے اپنی اٹھتی جوانی میں کس طرح امر الٰہی کی تبلیغ فرمائی اور اس جمالِ الٰہی نے کیسی عجیب استقامت دکھائی۔ اگرچہ تمام دنیا اس کو مٹانے کے لئے اٹھی مگر نہ مٹا سکی۔ اس شجر طوبیٰ کو جس قدر اذیت دیتے تھے اسی قدر اس کا شوق بڑھتا تھا اور محبت کی آگ بھڑکتی تھی۔ چنانچہ یہ فقرے ایسے واضح ہیں کہ کوئی ان کا انکار نہیں کرسکتا۔ یہاں تک کہ جان دی اور عالمِ بالا میں چلے گئے۔

.... جیسے ہی اس جمالِ ازلی نے شہر شیراز میں ظہور فرمایا اور پردۂ خفا کو چاک کیا فوراً اس کے غلبۂ قدرت کے آثار تمام ممالک میں ایسے

نمایاں ہوئے کہ ہر ایک شہر سے اُس آفتاب لاہوت کی نشانیاں اور اُس کے ثبوت کی علامتیں دکھائی دینے لگیں۔ بہت سے مقدس لوگ اس آفتاب ازلی سے منور ہوئے اس بحرِ علم لدنی کے علم کی فیض بخشی نے کل ممکنات کو گھیر لیا۔ ہر شہر اور ہر مُلک میں تمام علماء و اُمراء اُن کو رد کرنے اور مٹا دینے کے لئے اُٹھے اور اُن کے برباد کرنے کے لئے ظلم و عداوت و دشمنی پر کمر باندھی اور بیشمار لوگوں کو جو جوہرِ عقل تھے ظلم کا بہتان لگا کر مار ڈالا اور کتنے ہی اشخاص کو جو علم و فضل و خلوص کے مجسمے تھے اور جن سے سوائے سچے علم اور پاکیزہ اعمال کے اور کچھ ظاہر نہ ہوا تھا بدترین عذاب سے ہلاک کر ڈالا۔ پھر بھی ہر شخص تا دمِ مرگ یادِ خدا میں سرشار اور فضائے تسلیم و رضا میں بلند پرواز تھا۔ آپ نے اُن لوگوں کو ایسی زبردست طاقت سے بدلا کہ وہ آپ کے ارادے اور آپ کی یاد کے سوا کسی چیز کے خواہاں نہ تھے۔ انھوں نے اپنی مرضی اور اپنے دل کو آپ کے عشق میں فنا کر دیا تھا۔

اب ذرا غور کریں کہ کیا ایسا زبردست اثر اور ایسا کامل غلبہ دنیا میں کسی اور سے ظاہر ہوا ہے۔ ان تمام لوگوں نے جن کے دل پاک اور جن کی ارواح مقدس تھیں۔ بخوشی خدا کے احکام کی پیروی کی۔ یہ لوگ شکایت کے موقعہ پر شکر کرتے تھے اور مصیبت کے نازک وقتوں میں خدا کی رضا پر راضی رہتے تھے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ تمام لوگ ان اصحاب سے کس قدر نفرت کرتے تھے اور کیسی سخت عداوت و دشمنی رکھتے تھے۔

لوگ اُن کو ستانا اپنی نجات اور خوشحالی کا باعث اور اپنی ابدی کامیابی کا سبب جانتے تھے۔ آدم سے لیکر اس وقت تک کیا دنیا میں کبھی ایسی ہلچل واقع ہوئی اور کیا کبھی لوگوں میں ایسی کھلبلی ظاہر ہوئی۔ ان مصیبتوں کے علاوہ وہ تمام لوگوں کی لعنتوں اور ملامتوں کا نشانہ بنے رہتے تھے۔ صبر اُن کے صبر سے اور وفا اُن کی وفا سے دنیا میں ظاہر ہوئی۔ غرض ان تمام واقعات اور حادثات پر غور کیجئے تاکہ آپ پر اس امر کی بزرگی اور جلال ظاہر ہو جائے۔"

پہلا باب

حضرتِ طاہرہ کا بچپن

حضرت طاہرہ جو قرۃ العین کے نام سے بھی معروف ہیں ایران کی تاریخ کی ایک شہرہ آفاق خاتون ہیں۔آپ ابدالآباد زندہ رہیں گی۔میں نے اپنے پانچوں براعظموں کے سفر میں دنیا بھر کی خواتین پر آپ کے حیرت انگیز اثر کو دیکھا ہے۔میں نے مشاہدہ کیا کہ ہر ملک کے ادیب آپ کے اشعار حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں۔میں جانتی ہوں کہ اہلِ بہاء کے لئے حضرت طاہرہ کی زندگی ایک آئیڈئیل IDEAL ہے جس کے سمجھنے کا ہر شخص متمنی ہے اگرچہ حضرت باب پر ایمان لانے کے وقت سے آپ کی آنحضرت کے حق ہونے کے لئے شہادت کے وقت تک نو سال سے کچھ کم عرصہ ہوتا ہے پھر بھی اُس وقت سے آپ کی نورانی زندگی ہمارے لئے "زندہ مبلغ" کی مانند ہے۔

حضرت طاہرہ جوان ۔ ذہین ۔ شاعرہ ۔ قرآن واحادیث کی عالمہ و فاضلہ ۔ خاندانِ مجتہدین کی چشم وچراغ ۔ اپنے صوبہ کے سب سے بڑے

مجتہد کی بیٹی ۔ دولت مند ۔ عالی مقام ۔ امیرانہ محل میں رہتے والی اور اپنی سہیلیوں میں بے حد و حساب جرأت کے لئے مشہور تھی۔ اب سوچیں کہ ایسی جوان خاتون کا ایک مظہرِ ظہورِ حق کے اوّلین حواریوں میں سے ہونے کے کیا نتائج ہوں گے ۔ جب آپ ان نتائج کا اندازہ لگالیں گے تو آپ اس مقالہ کو سمجھنے کے قابل ہوں گے ۔

"جرنل ایشیاٹک" سنہ ۱۸۶۶ء جلد ۷ صفحہ ۴۷۴ حضرت طاہرہ کے متعلق زیادہ مشرح خیالات پیش کرتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :۔

"کس طرح ایک عورت جس کا طبقہ ایران میں ایسا کمزور ہو اور سب سے بڑھکر قزوین سے شہر میں جو علما کے زیرنگین ہو اور جہاں کے علماء اپنی تعداد ۔ اہمیت و قوت کے سبب حکومت و عوام دونوں کے مرجع توجہ ہوں ایسے مُلک ۔ ایسے علاقہ و ایسے مخالف حالات میں یہ کیسے ہوسکتاہے کہ ایک عورت بدعتیوں کی ایسی طاقتور و منظم جماعت پیدا کر سکی ۔ یہ ایک ایسا اہم سوال ہے جس نے بہتوں کو تعجب میں ڈال دیا ہے ۔ یہاں تک کہ ایران کا مورخ سپہر بھی حیران ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ماضی میں کبھی ایسا واقعہ نہ ہوا تھا"

اس خاتونِ اعظم کی سچی تاریخ آپ کے سامنے پیش کرتے ہوئے میں سب سے پہلے اُن القابات کو تحریر کرتی ہوں جن سے آپ دنیا میں معروف ہیں :۔

طاہرہ کا نام حضرت بہاء اللہ نے آپ کو دیا تھا۔ سید کاظم رشتی

آپ کے کربلا کے معلّم آپ کو قرۃ العین کے نام سے پکارتے تھے۔ قرۃ العین کے معنے ہیں آنکھوں کی ٹھنڈک۔ دوسرے نام یہ ہیں۔ زرّیں تاج جس کے معنے ہیں سونے کے تاج والی آپ کو نقطہ بھی کہتے تھے۔ آپ کے والدین نے جو نام آپ کا رکھا تھا اُس کا تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کا روحانی پہلو کتنا طاقتور تھا!

یہ جوان ایرانی خاتون ایک عمیق وجدان کی مالک تھی یعنی وہ وہی کمال جسے بصیرت یا باطنی قوّتِ بینائی کہتے ہیں میں نے تاریخ میں عموماً پڑھا ہے کہ خدا کے اصفیاء واقعات کو پہلے سے دیکھنے کی قوت رکھتے ہیں۔ بعض اوقات میں اپنے آپ سے پوچھتی ہوں کیا طاہرہ اتنی بلند مرتبہ تھی کہ اُس نے بیدھڑک کہا ہو:

خدایا! میں اپنی زندگی بنی نوع انسان میں تیرا امر قائم کرنے کے لئے بھینٹ کرتی ہوں "۔ یا خدائے قادر مطلق نے اُس کی تربیت کی تھی کہ وہ اس نئے عالمگیر امر کے لئے اپنی جان دے اور شہادت کا جام نوش کرے یہ ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ اپنی درخشان روحانی زندگی کے شروع ہی سے آپ نے حضرت باب کے پیرو بننے کی ذمہ داری کا احساس کرلیا تھا۔ اپنے شروع شروع کے اشعار میں آپ لکھتی ہیں:

"اپنے دل کے دروازہ پر میں تیرے قدم اور بلا کے خیمے دیکھتی ہوں"

میں سمجھتی ہوں کہ طاہرہ کو پہلے سے معلوم تھا اور اُس نے ہنسی خوشی سے اپنی آئندہ ہونے والی شہادت کو قبول کرلیا تھا۔ اس روشنی میں دیکھنے سے

آپ کی پاکیزہ روح اور آپ کا بے عدیل حوصلہ جو آپ نے نہ فقط اپنی زندگی کے خطرہ کے وقت ہی بلکہ مشرق کی اسلامی دنیا میں پردہ کو خواہ ایک لمحہ کے لئے ہی ہو برطرف کرنے کے وقت اور بدشت میں حضرت باب کے مرد پیرووُں کے ساتھ مشورہ میں شریک ہونے کے وقت ظاہر کیا سمجھ میں آسکتا ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے بھی اپنے والد حضرت محمدؐ کی اتنی ہی مدد کی تھی جتنی حضرت طاہرہ نے حضرت باب کے مقصد کی حقیقت کو ظاہر کرنے میں فرمائی۔

بدشت میں جہاں مشورت کے لئے جمع ہوئے تھے آپ نے جو الفاظ فرمائے تھے وہ ابھی تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔ یہ لوگ اس جگہ جمع ہوئے تھے کہ (اوّل) کس طرح حضرت باب کو قید سے آزاد کرایا جائے (دوئم) اس بات کا قطعی فیصلہ کرنے کے لئے کہ اُنھیں پرانی اسلامی شریعت پر کاربند رہنا ہے یا حضرت باب نئی شریعت لے کر آئے ہیں یا یہ کہ بطور نمایندگان جمعیت بابی وہ نئے زمانہ کے مناسب قوانین بناسکتے ہیں یا نہیں۔ آپ نے نقاب کو چہرے سے ہٹا کر اُنھیں مخاطب کرکے فرمایا ہوگا:۔

"حشر دقیامت کے دن صور کی آواز آج میری آواز ہے۔ بھائیو! بیدار ہو۔ قرآن پورا ہوا اور اب ایک نیا عصر شروع ہوا ہے۔ کیا میں تمہاری بہن اور تم میرے بھائی نہیں ہو؟ کیا میں تمہاری سچی دوست نہیں ہوں؟ اگر آپ اپنے دلوں سے بُرے خیال نکال نہیں سکتے ...... (کیونکہ اُس زمانہ میں عورت کا سخت پردہ میں نہ رہنا تعجب خیز تھا)۔ ...... تو پھر تم کس

طرح امرِ عظیم کے لئے اپنی جانیں دے سکو گے ؟ کیا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت محمدؐ نے ایسے سخت پردے کا حکم نہیں دیا تھا جیسا کہ اس وقت کیا جاتا ہے ؟ کیا آپ نے کبھی نہیں سُنا کہ خود حضرت رسولؐ کی بیویاں جب کبھی سفر پر جاتی تھیں تو بے پردہ جایا کرتی تھیں ؟ کیا آپ کو یاد نہیں کہ بعض معاملات کے لئے حضرت محمدؐ اپنے پیروؤں میں سے کسی کو بھیجا کرتے تھے کہ جا کر اُن کی بیوی سے دریافت کرے ؟ بفرضِ محال یہ حضرت محمدؐ کی شریعت میں نہ تھا پھر بھی آج نیّرِ اعظم ظاہر ہوا ہے جس نے سب کچھ بدل دیا ہے یہ قیامت کی گھڑی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم لوگوں کے نفوس کو نئے کلامِ الٰہی کے نور سے منور کریں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم عورتوں کو آزادی دیں اور معاشرہ کی اصلاح کریں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے وہم ونفس کی قبور سے اُٹھیں اور اعلان کریں کہ قیامت نزدیک ہے۔ تب تمام دنیا کے رہنے والے آزادیٔ وجدان اور حیاتِ جدید کو لبّیک کہیں گے۔ اس قیامت کا صور ہیں ہوں؟"

کیا جان ہس یا مارٹن لوتھر کو اس سے سخت تر کام کرنا پڑا تھا ؟ نہیں۔ مقتدر و مقدس باب اور آپ کے چند حواریوں کے نازک کندھوں پر زمانہ دراز کے رسوم و توہمات کو درہم برہم کرنے کا سخت کام آپڑا تھا۔ قبل ازیں کہ نیا تمدن محکم بنیاد پر بنایا جائے یہ کام کرنا نہایت ضروری تھا۔ قدیم الایام سے دین کے ارتقا میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

جنوری ۱۹۳۰ء میں بغداد سے قزوین ایران اُسی راستے سے آتے ہوئے جس راستہ سے خدا کی یہ برگزیدہ شہید طاہرہ آئی تھی جب میں

اُس شہر میں داخل ہوئی جہاں اُس نے پرورش پائی تھی تو میرا دل شوق سے دھڑکنے لگا۔ میں نے قزوین میں اُس مکان کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی جہاں وہ پیدا ہوئی تھی مگر دوستوں نے کہا کہ یہ ناممکن ہے۔ حضرت طاہرہ کے رشتہ دار سب مسلمان ہیں۔ چونکہ پہلے وہ آپ سے اور حضرت باب کے امر سے سختی سے ناراض تھے دنیا نے یہ فرض کر لیا ہے کہ بہائی امر کی دشمنی ابھی تک موجود ہے۔

گرینڈ ہوٹل کا مالک جس میں مَیں ٹھہری ہوئی تھی اپنے دروازے پر کھڑا تھا کہ اُس نے حضرت طاہرہ کے ایک رشتہ دار کو اُدھر سے گذرتے دیکھا۔ اُس نے اُسے بلایا اور چائے پینے کو دی اور مزاحاً کہا:۔

" تمہارے خاندان کو اپنے آپ سے شرمندہ ہونا چاہئیے۔ تم اُس سیاہ کیچڑ کی طرح ہو جس میں سے سفید نرگس اُگتی ہے۔ تمہاری جدّہ یا پُرکھن دنیا کے تمام ملکوں میں عزیز ہے مگر تم اُس کی ذرا بھی قدر نہیں کرتے۔ میرے ہوٹل میں ایک امریکائی مسافرہ ٹھہری ہوئی ہے جو اُس مکان کو دیکھنے کی متمنّی ہے جہاں وہ (حضرت طاہرہ) ایک زمانہ میں رہتی تھی۔ رشتہ دار نے کہا کہ اگر وہ حضرت طاہرہ کا مکان دیکھنا چاہتی ہے تو میں اُسے دکھا سکتا ہوں۔ ہوٹل کے مالک نے کہا:

"ارے نہیں تم نہیں دکھا سکتے۔"

رشتہ دار نے کہا:

"ضرور میں دکھا سکتا ہوں اور اُسے دکھاؤں گا۔"

الغرض طے ہو گیا اور میں ہوٹل کے مالک اور اُس مسلمان رشتہ دار
کے ساتھ اس مشہور خاتون کے قدیم مکان کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوئی۔
یہ بہت بڑا مکان تھا اور اس میں پیچ در پیچ جالی دار کام کیا ہوا تھا۔
اپنے زمانہ میں ایران کے اُس حصّہ میں یہ بہترین مکان ہوگا۔ اس رشتہ دار
نے مجھے مکان کا زنان خانہ دکھایا جہاں طاہرہ پیدا ہوئی تھی۔ تب وہ مجھے
ایک عجیب پرانی لائبریری میں لے گیا جو دوسری منزل میں تھی جہاں چھوٹی
لڑکی نے تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ لڑکی جو بعد میں ایک شہرۂ آفاق شاعرہ اور
وسطی ایشیا میں عورتوں کی تعلیم اور مساوات کے لئے اور پردہ کی رسم
کو اُٹھا دینے کے لئے پہلی عورت تھی جو شہید ہوئی۔ اُس نے مجھے وہ
قید خانہ یعنی اُس شاندار محل کا تہ خانہ دکھایا جہاں باپ نے اپنی بیٹی کو
قید کیا تھا۔ گو اُس رشتہ دار نے نہایت زور کے ساتھ کہا کہ طاہرہ کا والد
اگرچہ دینی مسائل میں نہایت شدّت کے ساتھ اُس کا مخالف تھا مگر وہ
اپنی لائق بیٹی سے سچے دل سے محبت کرتا تھا۔ اُس نے اُسے اپنے ہی
مکان میں مقید کر لیا تھا تاکہ وہ اُسے اُن لوگوں کی بربریت سے بچا لے
جو گرم لوہے کی سلاخوں سے اُسے داغ لگانے کے لئے تیار تھے کیونکہ
وہ بابی دین کے ماننے والی تھی مگر وہ بھی اُسے نہ بچا سکا وہ آئے اور
اُسے شہر کے جیل خانے میں لے گئے۔

جب میں حضرت طاہرہ کے کمرہ کے فرش کو چومنے اور دعا کرنے
کے لئے جھکی تو آپ کے تمام رشتہ دار آکر خاموشی سے کھڑے ہو گئے۔ وہ

سب مؤدب و مہربان تھے۔ جب میں آپ کے پیارے کمرے سے باہر آئی تو اُس رشتہ دار نے کہا:۔

"آپ پہلی بہائی ہیں جس نے مغرب سے آکر طاہرہ۔ اُس کی اولاد اور اُس کے مکان کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔" میں نے جواب دیا:

"لوگ اس لئے نہیں آئے کہ وہ ڈرتے تھے۔ میں سچ کہتی ہوں ہم آپ سب سے بہت ڈرتے تھے۔"

اس نیک رشتہ دار نے مناجات کے بعد آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ کہا:۔

"میں طاہرہ کے خلاف نہیں ہوں۔ میں شریف خاندان سے ہونے کو باعث فخر سمجھتا ہوں۔ میری والدہ طاہرہ کی چھوٹی بہن تھی۔"

وہ میرے ساتھ ہوٹل کو واپس آیا اور ہم بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اُس دن حضرت طاہرہ کے ایک رشتہ دار اور مغرب کے ایک بہائی کے درمیان سچی دوستی ہوگئی۔ ایران کی مقدس و متبرک یادیں جو میرے دل میں ہیں۔ اُس میں سے مجھے یہ سب سے زیادہ پیاری ہے کہ میں حضرت طاہرہ کے اس رشتہ دار کو جو وکیل ہے۔ بہائیوں کے درمیان کھڑا دیکھ رہی ہوں اور جب میں ایران سے روحانی و جسمانی دونوں طرح موٹر میں بیٹھکر رخصت ہو رہی ہوں تو وہ مجھے اللہ ابہیٰ کہہ رہا ہے۔ اُس کا وہاں کھڑا ہونا ایسا دکھائی دیتا تھا گویا کامل اتحاد کا نشان ہے۔ اُسی وقت ایک عالی شان چمکتی ہوئی قوس قزح ہمارے سامنے آسمان میں ظاہر ہوئی۔

حضرت طاہرہ کے متعلق جو کچھ اس رشتہ دار نے بتلایا اور جو کچھ میں نے قدیم بہائیوں کی زبانی سنکر نہایت حفاظت سے لکھ لیا تھا اُس کو سامنے رکھکر میں یہ مختصر بیان لکھتی ہوں :-

تفصیلات مختلف ہیں مگر تمام بیانات اس اوّل بہائی خاتون کے نور کی ایک سی چمک ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت طاہرہ ۱۸۱۹ء یا ۱۸۲۰ء میں پیدا ہوئی تھیں۔ وہ کتاب جس میں آپ کے پیدا ہونے کی تاریخ لکھی ہوئی تھی آپ کی شہادت کے بعد دوسرے دن آپ کی دیگر کتابوں اور آپ کے کپڑوں کے ساتھ جلا دی گئی تھی۔ لیکن تمام مورخ اور اُن لوگوں کی اولاد جنھوں نے آپ کو دیکھا تھا اس بات پر متفق ہیں کہ آپ ۱۸۱۷ء اور ۱۸۲۰ء کے درمیان پیدا ہوئی تھیں[۱]۔

بچپن میں آپ ایسی ذہین۔ علم حاصل کرنے کی اتنی شوقین اور اپنے اسباق کو سمجھنے میں اتنی تیز تھیں کہ آپ کے والد نے جو ایران کے نامی عالم و فاضل ملّاؤں میں سے تھے۔ حضرت طاہرہ کو بذات خود پڑھانے کا ذمہ لیا اور پھر آپ کے لئے ایک معلّم مقرر کر دیا گیا۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی کیونکہ اُس زمانہ میں لڑکیوں کو تعلیم نہ دی جاتی تھی۔ آپ اپنے بھائیوں کو پیچھے چھوڑ گئیں اور تمام مذہبی تعلیم میں آپ نے سب امتحان نہایت شاندار طریقہ سے پاس کر لئے۔ اُس زمانے کے بہت کم لوگ قرآن و تفسیر و روایات و احادیث اور شریعت کو ایسی

[۱] مطالع الانوار کے مطابق حضرت طاہرہ ۱۲۳۳ ہجری (۱۸-۱۸۱۷ء) میں پیدا ہوئی تھیں اور اسی سال حضرت بہاء اللہ پیدا ہوئے تھے۔ اس کے مطابق طہران میں اپنی شہادت کے وقت آپ ۳۶ سال کی تھیں۔

اچھی طرح جانتے تھے جیسا آپ جانتی تھیں۔ کیونکہ آپ عورت تھیں اس لئے انھوں نے کوئی ڈگری یا اعزازی سند آپ کو نہ دی۔ آپ کے والد کہا کرتے تھے افسوس ہے کہ یہ لڑکا پیدا نہ ہوئی کیونکہ تب وہ ملک کا مشہور و معروف ملاّ کے طور پر اُس کی جانشین ہوتیں۔

آپ کے والد کا نام حاجی ملاّ صالح تھا۔ ملاّ صالح کے دو بھائی تھے۔ بڑے کا نام حاجی ملاّ محمد تقی تھا جو حضرت باب کا جانی دشمن تھا اور چھوٹے کا نام حاجی ملاّ علی تھا جو حضرت باب کا مخلص پیرو تھا۔ حضرت طاہرہ کی شادی ملاّ تقی کے فرزند ملاّ محمد سے ہوئی تھی۔ شادی کے وقت آپ چھوٹی تھیں۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ شادی کے وقت آپ ۱۳ سال کی تھیں۔ آپ کے پوتے نے بھی طہران میں مجھے یہی کہا تھا کہ شادی کے وقت آپ کی عمر ۱۳ سال کی تھی اور آپ کے تین بچے تھے دو بیٹے اور ایک بیٹی۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ ماں کے مرنے کے کچھ عرصہ بعد یہ بچے گھر سے بھاگ گئے تھے کیونکہ اُن کا باپ اُن سے اچھا سلوک نہ کرتا تھا۔ ایک بیٹا تو نجف چلا گیا تھا اور دوسرا طہران کے نزدیک بود و باش رکھتا تھا۔ بیٹی ماں کے مرنے کے تھوڑے عرصے بعد مر گئی تھی۔

حضرت طاہرہ لڑکپن سے ہی دین کا گہرا مطالعہ کرنے کی عادی تھی ایک دن جب آپ ملاّ جاوید کے بھتیجے کے گھر میں مہمان تھیں آپ نے وہاں لائبریری میں کچھ کتابیں دیکھیں جو دو مشہور عالم و فاضل ہستیوں یعنی شیخ احمد احسائی اور آپ کے شاگرد سید کاظم رشتی کی لکھی ہوئی تھیں۔

آپ نے ان کتابوں میں گہری دلچسپی لی اور اجازت مانگی کہ وہ اُن کتابوں کو اپنے ساتھ گھر لے جائے۔ آپ کے بعض رشتہ داروں نے مجھے بتلایا کہ اپنی عمر کا بہت بڑا حصّہ وہ اپنے والد کے گھر میں ہی رہیں حتیٰ کہ شادی ہونے کے بعد بھی آپ اپنی والدہ کے پاس اُس وقت تک رہیں جب تک آپ کے اسفار شروع نہ ہوئے۔ اپنے شوہر کے گھر میں آپ کا ایک کمرہ مخصوص تھا۔ اُس میں آپ کے کچھ قلمی مسودات اور کاغذ تھے جو آپ کی شہادت کے موقعہ پر نذرِ آتش ہونے سے بچ گئے۔ آپ کا چچیرا بھائی نہیں چاہتا تھا کہ وہ کتابیں آپ اُس روز اپنے ساتھ لے جائیں۔ اُس نے کہا کہ اگر آپ کے والد نے آپ کو یہ کتابیں پڑھتے دیکھ لیا تو وہ بہت ناراض ہوگا کیونکہ وہ موجودہ ترقی پسند مفکرین کے خلاف ہے۔ آخرکار آپ نے اپنے چچیرے بھائی کو راضی کر لیا اور وہ کتابیں اپنے والد کے گھر لے گئیں جہاں آپ نے اُنھیں نہایت غور سے مطالعہ فرمایا۔

میں یہاں اصل موضوع سے ہٹ کر شیخ احمد احسائی کی کچھ تعلیمات بیان کرتی ہوں کیونکہ وہ اساسی طور پر اُن اسلامی اصولوں پر اثرانداز ہوتی ہیں جن کی تعلیم طاہرہ کو دی گئی تھی۔ حضرت طاہرہ نے ان تعلیمات کو قرآن مجید کے باطنی اصول کے ساتھ ملایا اور دیکھا کہ وہ بالکل صحیح ہیں۔ شیخ کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم جسم کے جی اُٹھنے کے اعتقاد کے بارے میں تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جسم پھر زندہ نہ ہوگا۔ بلکہ خاک میں بکھر جائے گا مگر روح آسمان کو جا کر خدا کے حضور میں رہے گی۔ دوسری تعلیم یہ تھی کہ خدا ہمیشہ اپنے بندوں

کی تربیت کے لئے مربی یا معلم بھیجتا رہا اور اُس کا یہ فیض بند نہیں ہوا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ تک جاری ہے اور جاری رہے گا۔

جناب شیخ کی ایک تعلیم شیعوں کے اُس اعتقاد کے متعلق تھی کہ ایک ہستی ایک ہزار سال سے غائب ہے اور وہی ہستی ایک بہت بڑے علم کے طور پر ظاہر ہوگی۔ اس اعتقاد کے متعلق جناب شیخ کا فرمانا تھا کہ موعود اس طرح ظاہر نہ ہوگا بلکہ وہ عورت کے بطن سے پیدا ہوگا اور بہت جلد اپنے آپ کو دنیا پر ظاہر کرے گا۔ آپ کی یہ تعلیم بہت اہم تھی اور اس سے بہت بڑا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ کیونکہ ایک ہزار برس شیعہ مسلمان اس غائب ہستی کے منتظر تھے جو اُن کے اعتقاد کے مطابق نظر سے غائب تھی۔ اب جناب شیخ نے اُنھیں یقیناً یہ بتلایا کہ وہ عورت کے بطن سے پیدا ہوگا اور بہت جلد آئے گا۔

جناب شیخ احمد احسائی کی ماموریت یہ تھی کہ وہ دنیا کو بشارت دیں کہ باب آنے والے ہیں۔ خود جناب شیخ نے حضرت باب کو کبھی نہ دیکھا تھا آپ نے ظہور کے کچھ نشانات کا بھی ذکر کیا تھا جو سب باب کے ظہور کے بعد سمجھ میں آنے والے تھے۔ شیخیوں کے پورے حالات اور اُن کے اعتقادات ٹریولرز نیریٹو TRAVELLERS NAREATIVE جلد ۲ میں دیکھے جاسکتے ہیں اس کتاب کے مترجم و ناشر کیمبرج یونیورسٹی۔ انگلستان کے مرحوم پروفیسر ایڈورڈ جی۔ براؤن ہیں۔

شیخ احمد احسائی ۱۷۴۵ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے تھے آپ اپنے

وطن احسا سے روحانی علم کو پھیلانے اور پڑھانے کیلئے کربلا و نجف چلے گئے تھے ۔ یہاں آپ کے بہت لوگ پیرو ہو گئے اور آپ کی ایسی شہرت ہوئی کہ ایران کے شاہ فتح علی شاہ نے آپ کو طہران آنے کی دعوت دی ایران کے سفر میں آپ قزوین میں ٹھہرے اور حاجی مُلّا محمد تقی سے ملاقات کی اور دونوں میں قیامت کے متعلق بحث ہوئی۔ قزوین کے ملّا نے آپ کو کافر کہا اور ایسی دشمنی ظاہر کی کہ جناب شیخ کو قزوین کو خیر باد کہنا پڑا ۔ حضرت طاہرہ اُس وقت بچّہ تھیں لیکن بعد میں جب آپ کے والد اور آپ کے چچا جناب شیخ کے عقائد کی تردید کرتے تھے تو آپ کہا کرتی تھیں کہ شیخ سچّا ہے ۔میرے والد اور چچا غلط ہیں" اُس بچپن میں بھی یہ لوگ آپ سے کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو پڑھو پھر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ ہم شیخ احسائی سے بہتر جانتے ہیں[۵]۔

حضرت طاہرہ نے جناب شیخ کی تمام کتابیں اپنے چچیرے بھائی کے کتب خانہ سے لے لیں اور آپ نے جناب سید کاظم رشتی کی کتابیں بھی حاصل کر کے مطالعہ فرمائیں۔ جناب سید جناب شیخ احمد احسائی کے شاگرد تھے اور آپ کے بعد فرقۂ شیخیہ کے مرشد تھے۔ اُس زمانہ کے ان دو بڑے مفکرین کے متعلق علم حاصل کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ جس طرح یوحنا بپتسمہ دینے والے

۵ مطالع الانوار کے مطابق شیخ احمد احسائی اکاسی سال کی عمر میں ۱۸۲۷ء میں فوت ہوئے اور مدینہ (عرب) میں دفن کئے گئے ۔ مطالع الانوار میرے اس بیان کے بعد جوین نے ۱۸۳۰ء میں ایران میں لکھا تھا شائع ہوئی ہے۔ (باقی صفحہ ۳ پر دیکھیں)

نے حضرت مسیح کی آمد کی بشارت دی تھی اسی طرح شیخ احمد احسائی اور
سید کاظم رشتی نے باب کے آنے کی بشارت دی تھی۔

کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر ایڈورڈ جی۔ براؤن لکھتے ہیں کہ
جناب سید کاظم نے جب وہ لڑکپن میں اردبیل عراق میں رہتے تھے
خواب میں سنا کہ انھیں کوئی کہہ رہا ہے کہ شیخ احمد احسائی کی جو یزد میں
رہتے ہیں شاگردی کرو۔ آپ وہاں گئے اور آپ سے درس حاصل کئے اور
جیسا پہلے ذکر ہوا آپ کے بعد آپ کے جانشین ہوئے۔ سید کاظم نے تین سو سے
زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔ آپ ۱۸۴۳ء میں کاظمین سے واپس آتے
ہوئے کربلا میں فوت ہوئے۔ موت سے کچھ پہلے آپ نے اپنے کچھ شاگردوں
کو فرمایا:

"اس دنیا میں میری اقامت کا وقت پورا ہوا اور یہ میرا آخری
سفر ہے۔ تم میری موت سے پریشان و رنجیدہ کیوں ہو؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ
میں جاؤں اور میرے بعد حق ظاہر ہو؟ جیسا کہ مطالع الانوار نے لکھا ہے:
کیا تم مجھے اس حق کے لئے محبت نہیں کرتے جس کی آمد کے ہم سب منتظر
ہیں؟ کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں مروں اور میرے بعد حق ظاہر ہو؟"

قزوین کی نوجوان روحانی خاتون طاہرہ ایک عرصہ سے جناب سید کاظم رشتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴) مطالع الانوار کے بموجب سید کاظم ۱۷۹۳ء میں گیلان کے علاقہ کے شہر دشت میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۲
سال کے تھے کہ آپ نے قرآن حفظ کر لیا تھا۔ ۱۸۰۶ء میں آپ اردبیل میں رہتے تھے۔ پھر آپ یزد گئے اور حضرت شیخ احمد کے تلامذہ میں
شامل ہوئے۔ ۱۸۱۷ء میں دونوں طہران میں تھے۔ سید کاظم ۱۸۲۲ء میں کربلا تشریف لے گئے اور وہاں ۱۸۴۳ء میں اپنی وفات تک درس دیتے رہے

سے خط وکتابت کر رہی تھی اور آپ نے جناب سید سے دین کے متعلق بہت سے دقیق مسائل پوچھے تھے ۔ حضرت طاہرہ کی بصیرت اور حسن سیرت کے سبب جناب سید نے آپ کو قرۃ العین[۱] کا لقب دیا تھا جس کے معنے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں ۔ یہ خط وکتابت حضرت طاہرہ کے چھوٹے چچا حاجی مُلّا علی کے توسط سے ہوتی تھی ۔

دین کی اس طالبہ نے ان نئی تعلیمات کو اپنے باپ کے پاس پیش کرنے کی کوشش کی مگر اُس نے آپ کو جھڑک دیا ۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان کتابوں میں بہت سے معانی پاتی ہوں جن کا ماخذ قرآن اور آئمہ کی احادیث ہیں آپ نے آخر کار اپنے والد سے فرمایا :-

" میں ان میں سے کوئی بھی خوبی آپ میں اور چچا تقی میں نہیں پاتی ۔"

آپ نے اپنے والد کو قیامت ۔ معراج ۔ خدائی وعدوں اور موعودہ حق کے ظہور کے متعلق حقیقت بیان کرنے کی کوشش کی لیکن اُس نے ان سب کی تردید کی ۔ ایک شام کو حضرت طاہرہ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں امام جعفر کی ایک حدیث پیش کی ۔ آپ کا والد یہ سُنکر بہت ناراض ہوا اور حدیث کا تمسخر اُڑانے لگا ۔ آپ نے اُسے فرمایا :-

" ابّا میاں ۔ آپ حضرت امام کی حدیث پر تنقید فرما رہے ہیں ۔" اس کے بعد آپ نے کبھی اپنے والد سے دینی مسائل پر گفتگو نہیں فرمائی بلکہ اپنے مشکل مسائل کو خطوط کے ذریعہ سید کاظم رشتی سے جو کربلا میں تھے پوچھا ۔

---

[۱] آپ کے والد نے آپ کا نام اُم سلمیٰ رکھا تھا مگر آپ اس نام سے کبھی بلائی نہیں گئیں ۔

آپ کو کربلا جاکر سید کاظم کے درس میں شامل ہونے کی بہت تمنا تھی آپ کے چچا حاجی ملا علی نے خاندان سے اجازت حاصل کرنے کے لئے آپ کی اور آپ کی بہن کی بہت مدد کی کہ آپ کربلا و نجف میں عتبات مقدسہ کی زیارت کو جاسکیں۔ آپ کو والد۔ شوہر اور خسر نے آسانی سے اجازت دے دی۔ اُن کا خیال تھا کہ یہ زیارت اُسے پُرانے عقائد کی طرف پھر سے مائل کر دے گی۔ مگر حضرت طاہرہ کا اصل منشاء زیارت کے علاوہ اپنے معلم سید کاظم سے ملاقات کرنا تھا۔ بہر حال یہ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں جوان عورتیں زیارت کے لئے کربلا تشریف لے گئیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ دونوں عالی درجہ کی حسین تھیں اور اُن کا شمار اوّل درجہ کے شرفاء میں تھا۔ دونوں دولتمند تھیں۔ قزوین سے کوئی ۱۵ میل پر ایک گاؤں ہے جو حضرت طاہرہ کے والد نے آپ کو بطور تحفہ دیا تھا۔ اس گاؤں کا نام آپ نے بہجت آباد یعنی "کاشانۂ مسرت" رکھا تھا۔

یہ سفر ۱۸۴۳ء میں جب حضرت طاہرہ کی عمر ۲۳ سال کی تھی کیا گیا تھا۔ بعض کا قول ہے کہ آپ کی عمر ۲۶ سال کی تھی اور آپ دو لڑکوں اور ایک لڑکی کی ماں تھیں۔ اُس وقت آپ مشہور ہو چکی تھیں کہ آپ عالمہ و فاضلہ ہیں اور حسن صورت و سیرت دونوں کی مالک ہیں۔ حضرت طاہرہ کی تصویر فقط روحانی ہے کیونکہ آپ کی کوئی فوٹو یا تصویر نہ کھینچی گئی تھی۔ یہ مجھے آپ کے خویش و اقارب سے معلوم ہوا۔ مصوروں نے آپ کی تصاویر کھینچی ہیں مگر صحیح نہیں ہیں محض خیالی ہیں۔

اُن دنوں میں آپ ہر وقت نئے مظہر الٰہی کے دنیا میں ظاہر ہونے کے خیال میں رہتی تھیں اور آپ اپنے چچا سے کہا کرتی تھیں خدا کرے کہ اُس کے ظہور پر میں اُس کے امر کی خدمت کرنے والی اوّل عورت ہوں۔ آپ سے زیادہ کسی کو اس بات کا احساس نہیں تھا کہ مذہبی دیوانگی کے سبب ایران کس قدر پست اور اُس کی عورتیں کتنی جہالت کے گڑھے میں گری ہوئی ہیں۔ آپ نے اپنے چچا مُلّا علی سے فرمایا:

"آہ! وہ دن کب ہوگا جب نئی شریعت دنیا میں ظاہر ہوگی۔ میں نئی تعلیمات کی پیروی کرنے والی پہلی عورت ہوں گی اور اپنی بہنوں کیلئے اپنی جان نثار کروں گی"

کربلا اور اس کے قرب و جوار میں نجف مکّہ و مدینہ کے بعد مسلمانوں کی دو بڑی زیارت گاہیں ہیں۔ کربلا پہنچکر حضرت طاہرہ سیدھی اپنے اُستاد سید کاظم رشتی کے گھر گئیں۔ اور جب یہ سُنا کہ وہ آپ کے آنے سے دس روز قبل فوت ہو چکے ہیں تو آپ کو بہت سخت رنج ہوا۔ آپ اُن کے گھر میں فروکش ہوئیں اور اُس خاندان کے دیگر ممبروں کی مہربانی سے آپ نے اپنے اُستاد کی وہ تصانیف مطالعہ فرمائیں جو ابھی تک شائع نہ ہوئی تھیں۔ آپ نے ان تصانیف کا لغور مطالعہ فرمایا اور جناب سیّد کے شاگردوں سے فرمایا:۔

"ملاحظہ فرمائیں کہ جناب شیخ احمد احسائی و جناب سید کاظم رشتی ہمارے لئے کیا ارث چھوڑ گئے ہیں۔ انھوں نے ہدایات کا ایک بحر ہمیں

ورثہ میں عطا کیا ہے۔"

بغداد میں بہائیوں نے مجھے بتلایا کہ حضرت طاہرہ تین برس تک کربلا میں رہیں۔ بعض مصنّفین نے لکھا ہے کہ آپ سیّد کاظم کی جگہ بیٹھ کر آپ کے شاگردوں کو درس دیتی رہیں۔ آپ ہمیشہ پردہ کے پیچھے بیٹھکر درس دیا کرتی تھیں کیونکہ اُس زمانہ میں عورتیں غیر مردوں کے سامنے نہ ہوتی تھیں۔ یہ بھی ایک عجیب نئی بات تھی کہ عورت کی آواز زنانخانہ سے باہر سُنی جائے۔ دنیا اُن ممتاز۔ جیّد۔ عالمہ وفاضلہ عورتوں کے متعلق بہت کم جانتی ہے جو ایران میں مشہور ہوئیں۔ ان عورتوں نے کربلا میں حضرت طاہرہ سے درس حاصل کیا تھا اور تربیت پائی تھی اور عراق و ایران کے شہروں میں آپ کی ہمسفر تھیں۔ ان میں سے ایک حضرت شمس الضحیٰ تھیں۔ یہ آپ کا لقب تھا۔ آپ کا اصلی نام خورشید بیگم اصفہانی تھا۔ آپ سلطان الشہدا اصفہانی کی خوش دامن تھیں یعنی آغا مرزا جلال کی جو حضرت عبدالبہاء کے داماد تھے نانی تھیں۔ دوسری ممتاز خواتین جناب مُلا حسین بشروئی کی جو باب الباب ہوئے ماں اور بہن تھیں۔ جناب مُلا حسین بشروئی کو یہ لقب اس لئے ملا تھا کہ حضرت باب کے اوّل مؤمن تھے۔

حضرت عبدالبہاء نے اپنی کتاب "تذکرۃ الوفاء" میں حضرت طاہرہ پر مختصر باب لکھا ہے یہ کتاب فارسی زبان میں ہے یہ مختصر سا باب حضرت طاہرہ کی حیات پر صحیح اور بہترین بیان ہے۔ طہران میں ایک

نہایت مخلص بہائی جناب ولی اللہ ورقا نے مہربانی سے اس کتاب کو میرے لئے پڑھا اور اکثر ابواب کا ترجمہ کرکے مجھے سنایا۔ دیگر باتوں میں مجھے یہ یاد ہے کہ حضرت عبدالبہاء نے فرمایا کہ سید کاظم رشتی کے کچھ شاگرد اپنے استاد کے فوت ہونے پر مسجد کوفہ کو گئے جہاں انھوں نے چالیس دن تک روزے رکھکر دعائیں مانگیں اور غور و فکر کیا۔ اُن میں مُلا حسین بشروئی اور مُلا علی بسطامی بھی تھے۔ دوسرے کربلا میں منتظر تھے اور حضرت طاہرہ ان کے ساتھ تھیں۔ آپ دن روزے اور غور و فکر میں گذارتیں اور شام کو دعا و مناجات کرتیں اور دینی کتابوں کا مطالعہ فرماتیں۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک نوجوان سید ہوا میں کھڑا ہے اور رکوع میں ہوکر مناجات کررہا ہے۔ آپ نے یہ مناجاتیں سُنیں اور اُن میں سے ایک حفظ یاد کرلی۔ بیدار ہونے پر آپ نے یہ مناجات فوراً قلمبند کرلی۔

بعض مورخین مثلاً پروفیسر ایڈورڈ جی۔ براؤن اپنی کتاب تاریخ جدید میں لکھتے ہیں کہ دعاؤں اور مناجاتوں کا وقت پورا ہونے کے بعد ان میں سے بہت سے موعودہ باب کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ مُلا حسین بشروئی شیراز کو روانہ ہونے والے تھے۔ حضرت طاہرہ نے اُن سے کہا کہ وہ موعودہ ہستی کو ضرور پالیں گے اور اُن سے درخواست کی کہ وہ نئے مظہر ظہور الٰہی کے پاس میری عقیدت بیان کرکے میرا وہ خط اُس کی خدمت میں پیش کریں جو میں نے لکھا ہے۔

مُلا حسین بشروئی شیراز میں جب مرزا علی محمدؐ سے ملے۔ اور

اُنھوں نے اپنے باب ہونے کا اعلان کیا تو وہ فوراً آپ پر ایمان لائے
مُلاحسین نے حضرت باب کو وہ خط و پیغام پیش کیا جو آپ طاہرہ کی طرف
سے لائے تھے۔ اسی وقت حضرت باب نے حضرت طاہرہ کو ۱۸ حروفات حیّ
میں شامل کرلیا (اُنیسویں حرف خود حضرت باب تھے) لہذا حضرت طاہرہ پہلی
عورت ہیں جو خدا کے نئے امر پر ایمان لائیں۔ کشف الغطا میں لکھا ہے کہ
حضرت طاہرہ کو حضرت باب کا پیغام ملّا علی بسطامی نے جب وہ ۱۸۴۴ء
میں شیراز سے کربلا گئے تو دیا تھا۔

تاریخ نبیل یعنی مطالع الانوار میں جو بیان لکھا ہے وہ بالکل صحیح اور
نہایت ہی دلکش ہے اور میں اسے یہاں درج کرتی ہوں :-

"حضرت طاہرہ نے جب سُنا کہ آپ کی بہن کے شوہر میرزا محمد علی
قزوین سے سفر پر جارہے ہیں تو آپ نے ایک سربمہر خط اُسے دیا اور
اُس سے درخواست کی کہ وہ اُسے اُس موعودہ ہستی کی خدمت میں
پیش کریں جس سے دورانِ سفر میں اُس کی ملاقات ہونا یقینی ہے۔ آپ نے
فرمایا میری طرف سے اُسے کہنا :-

لمعات وجهك اشرقت وشعاع طلعتك اعتلا
زچه رو الست بربکم نزنی بزن که بلی بلی

"تیرے چہرے کا نور چمک اُٹھا اور تیرے طلعت کی
شعاعیں اونچی اُٹھیں پس کہو کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں
اور ہم سب جواب میں پکار اُٹھیں گے بیشک

تو ہمارا خدا ہے)

میرزا محمد علی حضرت باب کی خدمت میں باریاب ہوئے اور ایمان سے مشرف ہوئے۔آپ نے حضرت طاہرہ کا خط اور پیغام آنحضرت کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت باب نے فوراً حضرت طاہرہ کو حروفات حیّ میں شامل کرلیا۔۱۸حروفاتِ حیّ میں سے وہ آپ ہی ایک ہیں جو کبھی حضرت باب کی ساحت اقدس میں باریاب نہیں ہوئیں مگر آپ نے اپنی چشمِ بصیرت سے سب سے پہلے آنحضرت کو پہچان لیا تھا۔

کہتے ہیں کہ مُلا بشروئی اپنے دوست ملّا علی بسطامی کو ڈھونڈھ کر ملے۔ ملّا علی بسطامی بھی موعودہ ہستی کی تلاش میں شیراز ہی آئے ہوئے تھے۔ کربلا سے جناب سیّد کے شاگرد ایران وعراق میں مختلف مقامات کو بکھر گئے تھے مگر سب کے سب نئے اُستاد کی تلاش میں تھے۔ ملّا علی بسطامی بھی حضرت باب پر ایمان لائے اور حضرت باب نے اُنھیں واپس کربلا روانہ کیا تاکہ وہاں جاکر سب کو بشارت دیں۔ملّا علی بسطامی اپنے ساتھ حضرت باب کی کتاب احسن القصص لیتے گئے۔حضرت طاہرہ نے اس کتاب کو پڑھتے ہوئے وہ مناجات اس میں دیکھی جو آپ نے خواب میں حفظ کی تھی۔ اس مناجات کو دیکھتے ہی آپ وجد میں آگئیں اور آپ کو کامل یقین ہوگیا کہ شیراز میں میرزا علی محمد ہی نئے باب یعنی مظہرِ ظہورِ الٰہی ہیں۔حضرت طاہرہ نے اس کتاب کا نہایت غور سے مطالعہ کیا اور جناب ملّا علی بسطامی سے بہت سوال پوچھے۔آپ نے فوراً اس کتاب کا ترجمہ

فارسی میں کرنا اور اس کی آیات کی تشریح لکھنی شروع کر دی۔ آپ نے فارسی میں کچھ کتابیں بھی تصنیف فرمائیں اور حضرت باب کے متعلق اشعار بھی کہے۔ آپ نے نہایت فداکاری سے اپنے روحانی فرائض ادا کرتی رہیں۔

اگر لوگ پوچھیں کہ دین بہائی اسلام سے نکلا ہے تو اس کا ایک ہی جواب ہے کہ ہاں جس طرح مسیحیت یہودی دین سے نکلی تھی اسی طرح امر بہائی اسلام سے نکلا ہے۔ اسی لئے حضرت باب کے پہلے پیرو سب مسلمان تھے۔ اُن میں سے بہت سے مُلّا تھے اور خود حضرت باب رأساً حضرت محمدؐ کی اولاد میں سے تھے۔ مگر آپ کا دین و آپ کی تعلیمات نئی تھیں ورنہ ایران میں تین سو سے زیادہ مُلّا و مجتہد پہلے دس سال میں اس دین کے لئے شہید نہ کئے جاتے۔ حضرت باب نے فقط یہ دعویٰ کیا کہ آپ باب العلم ہیں اور آپ ایک ایسے مظہرِ ظہور کا اعلان کرنے کے لئے مامور ہوئے ہیں۔ جسے خدا ظاہر کریگا۔ حضرت بہاء اللہ حضرت باب کی بشارت کے مطابق ظاہر ہوئے اور حضرت بہاء اللہ نے اس عالمگیر دور کے لئے عالمگیر دین یعنی امرِ بہائی ظاہر فرمایا۔ آج دنیا میں اس کو جاننا سب سے بڑی حقیقت کو جاننا ہے کیونکہ یہ اس جہان اور اُس جہان کے لئے واحد کنجی ہے اور یہ ہی نئے آسمانی تمدن کا نقشہ یا پلان ہے۔

کوئی بھی عقلمند مرد یا عورت آئندہ نسلوں اور انسانیت کی کچھ خدمت کئے بغیر مرنا نہیں چاہتا جس طرح پہلے بزرگ ہمارے لئے تعمیر کر گئے ہیں

اسی طرح یقیناً ہم اتنے بے پروا نہیں ہیں کہ نوع انسان کی روحانی ترقی کے لئے قوت عمل پیدا کرنے والے نئے نقشہ پر غور نہ کریں۔

ہمیں چاہئے کہ ہم بذات خود ان تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ اس دین کے دعاوی کو پرکھیں اور انہیں سچا یا جھوٹا ثابت کریں۔ حضرت طاہرہ کی امتیازی خصلت یا کم سے کم آپ کی وہ خصوصیت جس سے دنیا کو بہت مدد ملی حقیقت کی تلاش کے لئے ثابت قدمی تھی۔ آپ نے بچپن سے اس کی تلاش شروع کی اور جب تک جیتی رہیں اسے جاری رکھا۔

علماء نے جب یہ سنا کہ آپ حضرت باب کی پُرجوش مومنہ ہوگئی ہیں اور اسلامی دنیا کے مرکز میں آپ کے دین کی تبلیغ کر رہی ہیں (کربلا و نجف میں ہی دنیا بھر کے مشہور علماء رہتے تھے) اُنھوں نے حکومت کے پاس شکایت کی۔ افسروں نے آپ کی تلاش کرتے ہوئے آپ کی بجائے خورشید بیگم کو گرفتار کر لیا۔ جونہی حضرت طاہرہ نے یہ سنا آپ نے فوراً گورنر کو لکھا کہ جس کی افسروں کو تلاش ہے وہ میں ہوں میری سہیلی کو فوراً رہا کر دیجئے۔ گورنر نے حضرت طاہرہ کے مکان پر پہرہ لگا دیا اور نگرانی میں لے لیا تاکہ کوئی مکان میں آ جا نہ سکے اور حکومت بغداد سے پوچھا کہ وہ کیا کرے۔ تین مہینے تک پہرہ دار اس مکان کی نگرانی کرتے رہے تاکہ کوئی اس کے اندر نہ جا سکے۔ جب بغداد سے کوئی نہ آیا تو حضرت طاہرہ نے کربلا کے حاکم کو لکھا کہ آپ بغداد جا رہی ہیں

اور وہاں بغداد یا قسطنطنیہ کی حکومت کے حکم کا انتظار کریں گی - اُن دنوں میں عراق ترکی حکومت کے ماتحت تھا - حاکم نے اجازت دے دی حضرت طاہرہ - خورشید بیگم اور جناب باب الباب کی ماں اور بہن اور کئی اور شاگرد بغداد کو روانہ ہوئیں - جب حضرت طاہرہ کربلا سے روانہ ہو رہی تھیں تو آپ پر پتھر پھینکے گئے -

بغداد پہنچنے پر یہ سب لوگ شیخ محمد ابن شبلول عراقی کے مکان پر پہنچے - شیخ محمد شیخ محمد مصطفیٰ بغدادی کے والد تھے اور شیخ محمد مصطفیٰ ڈاکٹر ضیاء بغدادی کے والد تھے جو ایک عرصہ تک شکاگو امریکہ میں رہے تھے - اب آپ ہر روز امر اللہ کی تبلیغ فرماتی تھیں اور ایسی قابلیت اور فصاحت کے ساتھ تقریر فرماتی تھیں کہ وہ لوگ جنھوں نے آپ کو پہلے تقریر فرماتے ہوئے سنا تھا حیران و ششدر ہوتے اور کہتے :-

"یہ تو وہ خاتون نہیں ہے جسے ہم پہلے جانتے تھے" آپ کے درس کو سننے کے لئے بے شمار سامعین آنے لگے اور آپ نے اُن میں ان حقائق کی تفتیش کرنے کی زبردست خواہش پیدا کی - بہت ہی کم عرصہ میں آپ نے اپنی فوق العادۃ فصاحت - عمیق علم و اٹل دلیلوں سے اپنے بہت سے شاگرد بنا لئے - کربلا سے بھی آپ کے بہت سے شاگرد آپ کے دروس میں شامل ہونے کے لئے بغداد چلے آئے - چونکہ آپ کے دروس علماء کے اقتدار پر سخت ضرب پہنچاتے تھے - اس لئے قدرتاً علماء پر وحشت

سوار ہوگئی اور اُن کی ایک بڑی تعداد آپ کے خلاف اور اُن سب کے خلاف کمر بستہ ہوگئی جو حضرت باب کی تعلیمات پر ایمان رکھتے تھے۔

بغداد میں بھی آپ نے کربلا کی طرح گورنر کے توسط سے علماء کو للکارا کہ وہ اِن نئے دینی مسائل پر مباحثہ کرنے کے لئے علانیہ سامنے آئیں۔ آپ نے کاظمین کے علماء کو بھی ایسا ہی لکھا۔ اُنھوں نے بہانے بنا کر سامنے آنے سے انکار کر دیا مگر اس قدر شور و غل بلند کیا کہ حکومت کو مجبوراً ان خواتین کو مفتیٔ بغداد کے گھر بھیجنا پڑا۔ اس مفتی کا نام ابن الیوسی تھا اور آپ سید محمود الیوسی کے فرزند تھے۔ یہ ۱۲۶۳ھ یا ۱۸۴۷ء کا واقعہ ہے۔ آپ وہاں تین مہینے تک ٹھہریں کیونکہ حکومت سلطان ترکی سے ہدایات کی منتظر تھی کہ وہ حضرت طاہرہ سے کیا سلوک کرے۔ مفتی نے ہر روز آپ سے علمی سوال پوچھنے شروع کئے اور حضرت طاہرہ سے جواب پاکر اُس نے کوئی حیرانی ظاہر نہیں کی۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ اُس نے کہا:-

"طاہرہ! خدا کی قسم کہ میرا بھی وہی ایمان ہے جو تیرا ہے مگر میں خاندان عثمان کی تلوار سے ڈرتا ہوں"

حضرت طاہرہ مفتیٔ اعظم کے گھر بھی گئیں اور وہاں اپنے دین کا دفاع کیا۔

اُن دنوں بغداد میں بہت لوگ آپ کے درس کو سننے کے لئے آیا کرتے تھے۔ میں نے ڈاکٹر ارسطو حکیم سے سنا کہ آپ کے دادا ڈاکٹر حکیم مسیح جو شاہنشاہ کے طبیب تھے اعلیٰ حضرت کے ہمراہ طہران سے

زیارت کے لئے کربلا آئے ۔ راستہ میں بغداد میں اس پکّے یہودی ڈاکٹر حکیم مسیح نے جسے شاہی خاندان نہایت محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ دیکھا کہ علماء کی ایک بہت بڑی جماعت درس سُن رہی ہے اور بعد میں ایک خاتون سے جو چلمن کے پیچھے بیٹھی ہے بحث کرتے ہیں ۔ آپ بھی سننے لگے ۔ خاتون اُن ملاؤں سے بحث کر رہی تھی ۔ اُس کی تقریر ایسی برجستہ تھی کہ ملّا سب مات کھا رہے تھے اور اُس کی دلیلوں کا جواب نہ دے سکتے تھے ۔ آپ بہت حیران ہوئے مگر آپ کو بھی جلد یہ یقین ہوگیا کہ وہ خاتون سچ کہہ رہی ہے اور آپ فوراً ایمان لے آئے ۔ آپ کو حضرت باب کے متعلق کوئی خبر نہ تھی اس لئے آپ نے سمجھا کہ یہ خاتون ہی موعود ہے ۔

آپ حضرت طاہرہ کے تین دروس میں شریک ہوئے اور پھر شاہ کے ساتھ زیارت کے لئے چلے گئے اور وہاں سے طہران کو روانہ ہوئے آپ نے قیدخانہ میں جاکر ایک شخص مُلّا عاشق کا طبّی معائنہ کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کیں ۔ یہ شخص بابی ہونے کی وجہ سے قید میں ڈالا گیا تھا۔ اس شخص سے آپ نے حضرت باب اور حضرت طاہرہ کے متعلق سنا ۔ طہران و ہمدان میں آج جو سینکڑوں یہودی بہائی ہو چکے ہیں وہ آپ ہی کی تبلیغ کا نتیجہ ہے ۔ آپ کے فرزند نے آپ کا یہ کام جاری رکھا اور آپ کے پوتے جو اکثر ڈاکٹر و طبیب ہیں اس وقت طہران میں نہایت متمدّن ۔ لائق اور جانثار بہائی ہیں ۔ ایک پوتا ڈاکٹر لطف اللہ حکیم

کچھ عرصہ تک حیفا میں حضرت عبدالبہاؑ کی خدمت میں رہ چکے ہے۔ اور ۲۸ر نومبر ۱۹۲۱ء جب آنحضرت صعود فرما گئے تو اُس وقت ڈاکٹر لطف اللہ حکیم وہیں تھے۔ ڈاکٹر لطف اللہ حکیم نے ہی اُس وقت فوٹو لی تھیں۔ جب حضرت عبدالبہاء کو سرہانے کی رسم ادا کی گئی تھی۔ حضرت عبدالبہاء کے آخری ایّام میں باغ میں مشی فرمانے اور آپ کے جنازہ کے فوٹو آپ ہی نے لئے تھے۔ حقیقت میں حکیم فیملی نے شروع سے امراللہ کی بہت بڑی خدمات انجام دی ہیں۔

اس مفتی کے بارے میں جس نے گورنر کے کہنے پر حضرت طاہرہ کو اپنے گھر میں مہمان رکھا کہا جاتا ہے کہ اُس نے عربی میں ایک کتاب لکھی تھی جو مغرب میں بہت پڑھی جاتی ہے۔ اس میں اُس نے حضرت طاہرہ کی اپنے گھر میں اقامت کا ذکر کیا ہے۔ لکھا ہے کہ آپ ہر صبح سویرے بیدار ہو کر نماز و مراقبہ کیا کرتی تھیں۔ اکثر روزے رکھا کرتی تھیں۔ اُس نے لکھا ہے کہ میں نے کبھی ایسی نیک و دیندار عورت نہ دیکھی تھی اور نہ کوئی اتنا زیادہ عالم و بہادر مرد دیکھا تھا۔

ایک دن مفتی کا والد اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے آیا اُس نے حضرت طاہرہ کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی بلکہ اپنے بیٹے کو سرزنش کرنے لگا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ قسطنطنیہ سے ابھی ابھی حکم آیا ہے۔ سلطان نے حضرت طاہرہ کو نظر بندی سے آزاد کر دیا ہے مگر ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا ہے کہ آپ ترکی کے علاقہ میں کہیں نہ رہیں۔ اس لئے اُس نے حضرت طاہرہ سے کہا کہ

کل صبح روانہ ہونے کی تیاری کرو۔

یہ سنتے ہی حضرت طاہرہ اور دیگر خواتین مفتی کے گھر سے جا کر ایران کو جانے کی تیاری میں لگ گئیں - میرے بغدادی دوستوں نے مجھے بتلایا کہ ابن الیوسی حضرت طاہرہ کے علم کی تعریف کیا کرتا تھا - وہ کہا کرتا تھا:

"میں آپ میں ایسا علم - تربیت - ادب و نیک اخلاق دیکھتا ہوں کہ آج تک اس قرن کے کسی بڑے سے بڑے آدمی میں بھی نہیں دیکھے

ان بغدادی دوستوں نے مزید کہا کہ جب مفتی کے والد نے گھر میں آکر حضرت طاہرہ کو ملامت کرنی شروع کی کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ آپ نے حضرت محمدؐ کے دین کو بدل دیا ہے - اُس کا بیٹا نہایت شرمسار ہو کر حضرت طاہرہ کے پاس آیا اور آپ سے معافی مانگی اور التجا کی کہ آپ اُس کے والد کے قصور سے درگذر کریں - خود مفتی نے آکر آپ سے یہ عرض کیا:

"آپ آزاد ہیں - آپ اب ایران کے سفر کی تیاری کریں کیونکہ سلطان نے ایسا حکم دیا ہے"

دوستوں کی ایک جماعت تیس سے زیادہ آپ کے ہمرکاب ہوئے کیونکہ اُنھیں آپ سے عقیدت تھی اور راستہ کے خطرات سے واقف تھے - بغداد کے مفتی نے ایک جرنیل کے ماتحت دس سواروں کو آپ کی حفاظت کے لئے آپ کے ساتھ بھیجا - ان سواروں نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ آپ کو اور دیگر دوستوں کو بغداد سے خانقین اور وہاں سے ایران کی سرحد تک پہنچا دیا - حضرت طاہرہ کے ساتھ خورشید بیگم اور میرزا ہادی

نبری کی والدہ تھیں - ان کے علاوہ دیگر سید احمد یزدی - سید محمد بائیگانی - سید محسن کاظمی - ملا ابراہیم محلاتی تو ایران کے تھے اور شیخ محمد شبل - اُن کے فرزند محمد مصطفیٰ - شیخ صالح کریمی - شیخ سلطان کربلائی - درویش ماکوئی جاوید - عبدالہادی ظہروی - حسین ہلاوی - سید جبانی اور دیگر عربوں میں سے تھے - جناب شیخ محمد شبل نے آپکے سفر کا سب سامان کیا تھا - خچریں کرایہ کی تھیں - بیٹھنے کی جگہوں کا انتظام اور کھانے پینے کا بندوبست کیا تھا - آپ ہی نے کرمانشاہ تک سب کا سفر خرچ برداشت کیا تھا -

جب حضرت طاہرہ اور آپ کے ہمراہی کرمانشاہ پہنچے تو خواتین ایک مکان میں ٹھہریں اور مرد دوسرے مکان میں کرمانشاہ کے رہنے والوں نے جونہی آپ کی آمد کو سُنا فوراً تعلیمات کے بارے میں سننے کے لئے جمع ہو گئے - علماء نے شور و غوغا بلند کیا اور اُن کو وہاں سے نکالنے کا سبب ہوئے - کرمانشاہ کے صدر بلدیہ نے عوام کو اجازت دی کہ وہ اُن کے گھروں پر حملہ کریں اور جو کچھ بابیوں کے پاس ہے وہ لوٹ لیں - لوٹ کے بعد حضرت باب کے یہ ماننے والے گھوڑا گاڑی میں بٹھائے گئے اور شہر سے باہر صحرا میں لیجاکر اُنھیں گاڑی سے اُتار دیا - گاڑی وہیں چھوڑ گئے مگر گھوڑوں کو واپس لے گئے - ان مسافروں کی حالت ناگفتہ بہ تھی - اُن کے پاس نہ تو کچھ کھانے کو تھا - نہ پہننے کو کپڑے اور نہ اوڑھنے کو کمبل تھے - حضرت طاہرہ نے کرمانشاہ کے حاکم کو لکھا کہ صدر بلدیہ نے کیا کیا ہے اور مزید تحریر فرمایا کہ ہم کرمانشاہ میں آپکے

مہمان تھے - کیا آپ کے خیال میں مہمانوں کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہئے؟ جماعت میں سے ایک شخص یہ پیغام لیکر پیدل کرمانشاہ گیا -

گورنر کو جب آپ کا خط ملا تو وہ بہت حیران ہوا کیونکہ اُسے اس ظلم کی مطلق خبر نہ تھی - اُسے معلوم ہوا کہ یہ جو کچھ کیا گیا ہے وہ علماء کے بھڑکانے سے ہوا ہے - اُنہوں نے صدر بلدیہ کو حکم دیا کہ وہ فوراً ان لوگوں کا جو مال لوٹا گیا ہے واپس کرے - گھوڑے واپس اُن کے پاس بھیجے اور اُنھیں سلامتی کے ساتھ ہمدان پہنچانے کا بندوبست کرے - اُس نے حضرت طاہرہ کو دعوت دی کہ آپ کرمانشاہ واپس تشریف لائیں مگر حضرت طاہرہ نے قبول نہ فرمایا - شہزادے - علماء اور سرکاری افسر آپ سے ملنے کے لئے گئے - وہ سب آپ کی فصاحت - آپ کی شجاعت - آپ کی وسیع علمیت اور آپ کے حسنِ سیرت سے بہت متاثر ہوئے - تفسیر سورۂ کوثر جو حضرت باب نے نازل فرمائی تھی عام جلسہ میں پڑھی گئی اور ترجمہ کی گئی - کرمانشاہ کے گورنر امیر کی بیوی - دیگر خواتین کے ساتھ حضرت طاہرہ سے ملی اور تعلیمات مبارکہ پر آپ کے درس کو سنا - خود امیر اپنے تمام خاندان کے ساتھ امر اللہ کی حقیقت پر ایمان لایا - جو بھی آئے وہ سب کے سب حضرت طاہرہ کی تعریف میں رطب اللسان تھے - جناب شیخ محمد مصطفیٰ کے قول کے مطابق جو مطالع الانوار میں مندرج ہے - حضرت طاہرہ ہمدان کو جاتے ہوئے دو دن موضع سہنہ میں مقیم رہیں جہاں آپ کا ویسا ہی پُرجوش استقبال

کیا گیا تھا جیسا کہ موضع کرند میں کیا گیا تھا۔ موضع کے لوگوں نے آپ سے التجا کی کہ آپ انھیں اجازت دیں کہ وہ اپنی جماعت کے لوگوں کو جمع کرکے آپ کے ہم رکاب ہو کر امر اللہ کے پھیلانے میں مدد دیں مگر آپ نے انھیں صلاح دی کہ وہ وہیں رہیں۔ آپ نے اُن کی کوششوں کی بہت تعریف کی اور ہمدان کو روانہ ہوگئیں۔

اس طرح سفر جاری رہا اور راستہ میں قبیلوں کے سرداروں نے خاصکر سنہہ میں آپ کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔ ہمدان پہنچنے پر سب خوش ہوئے۔ سب نے اُن کا پُر جوش خیر مقدم کیا۔ ہمدان کا حاکم آپ سے ملنے اور تعلیمات مبارکہ سننے کے لئے آیا۔ شہزادیاں اور دیگر ممتاز خواتین آپ کا درس سننے کے لئے آئیں۔

کوئی تعجب نہیں کہ یہ سب آپ سے ملنے کے مشتاق تھے۔ آپ اُن کے پاس حقیقت لیکر آئیں تھیں۔ کیمبرج یونیورسٹی۔ انگلستان کے پروفیسر ایڈورڈ۔ جی۔ براؤن لکھتے ہیں :۔

" طاہرہ جیسی خاتون کا کسی بھی مُلک یا کسی بھی زمانہ میں ظاہر ہونا ایک عجوبہ ہے مگر ایران جیسے ملک میں آپ کا ظاہر ہونا نادرۂ روزگار بلکہ معجزہ تھا۔ اپنے حسنِ صورت وسیرت میں اپنی نادر خدا داد عقلی قابلیت میں اپنی ولولہ انگیز فصاحت میں اپنی بے خوف دینداری میں اور اپنی شاندار شہادت میں وہ اپنے ہم وطنوں میں بے بدل اور غیر فانی نمایاں ہے۔ اگر حضرت باب کے دین کی عظمت

کا اور کوئی ثبوت نہ بھی ہو تو فقط یہ کافی ہے کہ اُس نے قرۃ العین (حضرت طاہرہ) جیسی ایک شیر دل - عالی ہمت - اولوالعزم خاتون پیدا کی "

ہمدان کے بڑے بڑے ملّاؤں میں سے ایک خاص طور پر حضرت طاہرہ کا دشمن اور اگر اُس کا بس چلتا تو وہ لوگوں کو اُکسا کر آپ کو مروا دیتا مگر وہ حکومت سے ڈرتا تھا۔ حضرت طاہرہ نے اُسے ایک طویل خط لکھا جس میں آپ نے حضرت باب کی تعلیمات کی تشریح فرمائی اور اسے اپنے ایک وفادار شاگرد مُلّا ابراہیم محلاتی کے ہاتھ اُس کے پاس روانہ کیا۔ ملّا ابراہیم اسے ایسے وقت پر لیکر پہنچے جب کئی علما یہ فیصلہ کرنے کے لئے جمع تھے کہ حضرت طاہرہ کے خلاف کیا کرنا چاہئے یہ خط گویا " RED RAG FOR A BULL " سانڈھ کیلئے سرخ جھنڈی کی طرح تھا۔ وہ سب اس کے لانے والے ملّا ابراہیم پر ٹوٹ پڑے اور اُسے اتنا مارا کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ جب آپ کو حضرت طاہرہ کے پاس اُٹھا کے لائے تو شہزادیوں کو یہ خوف تھا کہ آپ گریہ کریں گی مگر وہ یہ سنکر حیران رہ گئیں کہ آپ نے مُلّا ابراہیم سے کہا :-

" ملّا ابراہیم اُٹھو - سلامتی اور مسرّت تم پر ہو کہ تم نے اپنے محبوب کی خاطر دُکھ سہا ہے اُٹھو اور اُس کی خدمت میں مشغول رہو "

جب اُس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو حضرت طاہرہ نے مُسکرا کر فرمایا :-

"اے ملّا ابراہیم تو ایک مار کھا کر بے ہوش ہوگیا۔ یہ تو وہ وقت ہے جب ہمیں اپنی جانیں دینے کو تیار رہنا چاہئیے کیا حضرت مسیحؑ کے شاگردوں نے ایسا نہ کیا تھا؟ کیا حضرت محمدؐ کے شاگردوں کا یہی رویّہ نہ تھا؟"

یہ سُنکر ملّا ابراہیم اُٹھ کھڑا ہوا اور خدمت امر میں مشغول ہوگیا۔

حضرت طاہرہ تیاری کر رہی تھیں کہ طہران جاکر شاہنشاہ محمد شاہ سے ملاقات کریں اور اُسے نئی تعلیمات سنائیں۔ مگر ایک ملّا نے جس نے جب آپ کرمانشاہ میں تھیں آپ سے ملنے اور نئے دین کے متعلق گفتگو کرنے سے انکار کردیا تھا آپ کے والد کو ایک خفیہ خط میں لکھا کہ تمہاری بیٹی ملّاؤں کی تذلیل کر رہی ہے۔ آپ کے والد نے فوراً اپنے بیٹے اور کچھ دوسرے خویش و اقارب کو ہمدان بھیجا کہ وہ آپ کا خیر مقدم کریں اور اُنھیں تاکید کریں کہ وہ گھر لوٹ آئیں۔

وجدانی طور پر آپ کو معلوم ہوگیا کہ یہ لوگ آرہے ہیں اس لئے آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا:-

"وہ ہمارے لئے یہاں آرہے ہیں اس لئے قبل اس کے کہ وہ یہاں پہنچیں ہم قزوین کو واپس روانہ ہوں گے۔" آپ نے اپنے کئی جانثار ہمراہیوں کو واپس عراق روانہ کیا۔ کچھ ہمراہیوں کو آپ نے ہمدان میں چھوڑا اور کچھ تھوڑے سے آپ کے ساتھ رہے۔ آپ کے ساتھ رہنے والوں میں خورشید بیگم شیخ صالح کریمی اور ملّا ابراہیم محلاتی تھے۔ آپ

اپنے خویش و اقارب سے ملیں جو گھوڑوں پر سوار آپ کو لینے آئے تھے ان لوگوں نے تنہا آپ کو آپ کے والد کے گھر بھیجانا چاہا۔ آپ نے انکار کیا اور کہا :۔

"میں تنہا نہیں ہوں - یہ میرے عزیز شاگرد ہیں اور یہ ضرور میرے ساتھ جائیں گے "

پس وہ سب اکٹھے قزوین میں وارد ہوئے۔ موسم بہت خراب تھا اور یہ ایک ہفتہ کا سفر نہایت ناخوشگوار ثابت ہوا -

دوسرا باب

قزوین و طہران کے واقعات

قزوین پہنچنے پر حضرت طاہرہ اپنے والد کے گھر چلی گئیں اور آپ کے عرب شاگرد سرائے میں جاکر ٹھہرے۔ پہلی رات کو ہی سب خاندان جمع ہوا اور آپ کے والد۔ آپ کے شوہر اور آپ کے چچانے جو آپ کا خسر بھی تھا آپ کو سرزنش کی۔ آپ کے والد نے جوش میں آکر کہا :۔

"اگر تو اپنے اس علم و فضل وعقل کے ساتھ جو تو رکھتی ہے باب ہونے کا یا اُس سے بھی بڑے ہونے کا دعویٰ کرتی تو میں فوراً مان لیتا اور تیرے دعویٰ کو قبول کر لیتا مگر کیا کروں کہ تو نے اس شیرازی جوان کا مقلّد ہونا پسند کیا ہے۔"

تاریخ جدید میں مندرج ہے :۔

"اللہ اللہ ! اُس خاندان کا تعصب و تکبر اتنا بڑا تھا کہ جو واقعات ہوئے وہ تصور میں بھی نہیں آسکتے۔ ملاحظہ کریں کہ ایک شخص اپنی بیٹی کو دیکھتا ہے کہ باوجود اپنی صلاحیت و کمال کے اپنے آپ کو

آفتاب حقیقت کے مقابلہ میں ذرہ سے بھی کم خیال کرتی ہے اور علانیہ کہتی ہے:۔
"اپنے علم کے توسط سے میرا اُسے پہچاننے میں غلطی کرنا ناممکن ہے۔
جو سب عوالم کا مالک ہے۔جس کی آمد کا تمام لوگ نہایت شوق سے
انتظار کر رہے ہیں۔میں نے اُسے عقلی دلائل اور علمی براہین سے پہچان
لیا ہے۔اگرچہ میرا علم و کمال اُس بحر ذخار .... کے
سامنے محض ایک قطرہ ہے یا اُس طاقتور نیّر اعظم کے مقابلہ میں ایک
ناچیز تنکا ہے" پھر بھی آپ کا والد جواب دیتا ہے:
"اگرچہ تو اپنے علم و کمال کو اُس شیرازی جو ان کے کمالات کے
مقابلہ میں ہیچ سمجھتی ہے۔پھر بھی اگر بیٹی کی بجائے تو میرا بیٹا ہوتی اور
باب ہونے کا دعویٰ کرتی تو میں فوراً قبول کر لیتا"
آپ کے چچا تقی نے جو آپ کے خسر بھی تھے حضرت باب
پر لعنت بھیجی اور غصّے کی شدّت میں اُس نے آپ کے کئی گھونسے
مارے۔اپنی باطنی آنکھوں سے دیکھ کر آپ نے وہ مہلک الفاظ
فرمائے جو بعد میں گرم لوہے سے آپ کو داغ دئے جانے کا سبب
ہوتے ہوتے رہ گئے۔آپ نے فرمایا:۔
"چچا میں تیرا مُنہ لہو سے بھرا ہوا دیکھ رہی ہوں"
پھر آپ کا آپ کے شوہر کے گھر جانے کا سوال اُٹھا۔آپ نے
ایسا کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔بہت کوششیں کی گئیں مگر آپ
اپنے شوہر ملّا محمد کے ساتھ صلح کرنے پر راضی نہ ہوئیں۔آپ نے

اپنے انکار کی یہ وجہ بتائی :-

"وہ چونکہ خدا کے دین کا انکار کرتا ہے اس لئے نجس ہے۔ اُس میں اور مجھ میں کوئی سمجھوتا نہیں ہو سکتا" یا جیسا کہ مطالع الانوار میں لکھا ہے حضرت طاہرہ نے اُس کی درخواست کا جواب دیا :-

"اگر تو حقیقت میں چاہتا ہوتا کہ میرا وفادار شوہر و ساتھی بنے تو تو فوراً کربلا میں میرے پاس آتا اور پیدل میرے ہودہ کے ساتھ ساتھ چلتا۔ سفر کرتے ہوئے راہ میں میں تجھے غفلت اور نیند سے بیدار کرتی اور تجھے حقیقت کی راہ دکھاتی لیکن ایسا نہ ہونا تھا۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے سے جدا ہوئے تین سال ہو چکے ہیں ......" یہ شادی حضرت طاہرہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوئی تھی۔ اُس زمانہ میں ماں باپ منگنیاں و بیاہ کا بندوبست کیا کرتے تھے۔ چند ہفتہ بعد آپ کے شوہر نے آپ کو طلاق دیدی۔ اُس کے والد اور اُس نے حضرت طاہرہ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور دن رات آپ کو گرانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

واپس آنے کے بعد پہلے چند دن طاہرہ اپنے ایک رشتہ دار کے گھر جایا کرتی تھیں جہاں آپ ممتاز لوگوں کی بیویوں سے مل کر اُنھیں حضرت باب کی تعلیمات مبارکہ کا درس دیا کرتی تھیں۔ آپ کے شوہر کا بھائی اور بہن مومن تھے۔ جناب سمندر کے قول کے مطابق جو قزوین کے اوّلین بہائیوں میں سے تھے اور جن کی اولاد سے قزوین کی اقامت کے دوران میں میں نے ملاقات کی اور بات چیت کی، حضرت طاہرہ کی بہن

مرضیہ مرزا محمد علی کی جو حروف حیّ میں تھے بیوی تھی۔ میرزا محمد علی شیخ طبرسی میں شہید ہوئے تھے۔ مرضیہ بھی حضرت باب پر ایمان لے آئی تھیں۔ میرزا محمد علی حاجی ملّا عبدالوہاب کے فرزند تھے جن کے شرف میں حضرت باب نے جب آپ قزوین کے قرب و جوار میں تھے ایک لوح نازل فرمائی تھی۔

حضرت طاہرہ اور مرضیہ کا چچا تقی امام جمعہ تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب ملاؤں کا سردار اور جمعہ کے دن مسجد میں پیشِ نماز ہوا کرتا تھا۔ اچانک یہ سنا گیا کہ ملا تقی مسجد میں قتل کر دئے گئے۔ تمام خاندان اور اُس کے بیٹے نے فوراً حضرت طاہرہ کے الفاظ یاد کئے:۔

"میں تیرا مُنہ خون سے بھرا ہوا دیکھتی ہوں"

اور اُنھوں نے آپ پر الزام لگایا کہ اُس کے اُکسانے سے یہ قتل ہوا ہے یا اُسے اس قتل کے متعلق معلوم تھا۔ مگر آپ کی والدہ نے فرمایا:۔

"کوئی کسی طرح کسی دوسرے کی موت کے متعلق اتنی صحت سے جان سکتا ہے تاوقتیکہ اُسے رویاء نہ ہوتا ہو"

آپ کی والدہ کو یقین تھا کہ آپ کی بیٹی بے قصور ہے۔ آپ کے خویش و اقارب نے مجھے بتلایا کہ ماں بیٹی ایک دوسرے سے گہری محبت کرتی تھیں۔

یہاں میں جناب سمندر قزوینی کے بیان سے کچھ لکھتی ہوں۔ جناب سمندر قدیم بہائیوں میں سے تھے آپ نے یہ بیان جناب

ڈاکٹر سوسن - آئی موڈی کے لئے لکھا تھا - ڈاکٹر صاحبہ سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ آپ حضرت طاہرہ کے کچھ حالات مسز کاری چیمپین کاٹ - پریزیڈنٹ - انٹرنیشنل دمنز سفریج ایلائنس کو بھیجیں - یہ حالات ۱۹۱۳ء کے جون میں اِس ایلائنس کی بوداپسٹ ہنگری میں ہونے والی کانگرس میں پڑھے جانے تھے اور بعد میں ایک کتاب میں جو ایک ممتاز خاتون کے بارے میں شائع ہونے والی تھی شامل کئے جانے تھے چونکہ یہ حالات ڈاکٹر موڈی کے پاس دیر سے پہنچے اس لئے بوداپسٹ کو کچھ نہ بھیجا گیا تھا لیکن اس قتل[۱] کے متعلق جو ان حالات میں مندرج ہے وہ بہت وقیع ہے - کیونکہ ان کا لکھنے والا اُس وقت لڑکا تھا اور اُسے یہ واقعہ اچھی طرح یاد ہے - ایک شخص مُلا عبداللہ صالح شیرازی نے جو اُس کے اپنے بیان کے مطابق حضرت باب پر پوری طرح ایمان نہ رکھتا تھا مگر شیخ احمد احسائی اور سیّد کاظم رشتی کا پُرجوش مقلّد تھا حاجی ملّا تقی کو اکثر ان دو بزرگوں کے متعلق بدکلامی کرتے سُنا تھا - یہ شخص ایک رات ملّا تقی کی مسجد میں چھپا رہا اور صبح کو جب ملّا تقی فجر کی نماز کے لئے مسجد میں آیا اس شخص نے اُس کے مُنہ پر ایک چھوٹا خنجر مارا اور خنجر کو مسجد کے نزدیک پل میں چھپا دیا اور خود بھاگ گیا - اُس وقت سوائے خدا کے اور کوئی اس واقعہ کو نہ جانتا تھا - جب لوگ نماز کے لئے آئے تو اُنھیں معلوم ہوا کہ تقی پر کسی نے حملہ کرکے اُسے ہلاک کر دیا ہے - اُنھوں نے اُس کے بیٹے اور دوسرے خویش و اقارب

[۱] یہ قتل ۱۲۶۳ھ یا ۱۸۴۷ء کے ۱۴ اگست اور ستمبر کے درمیانی وقت میں ہوا تھا -

کو اطلاع دی اور لاش کو اُٹھا کر گھر لے گئے۔ قزوین میں اُس دن جو کچھ ہوا اُس کے لئے خدا ہی میرا گواہ ہے۔

چونکہ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت طاہرہ اور دیگر بابی اس قتل کا سبب ہیں اس لئے حکومت کے افسروں کو حکم ہوا کہ تمام ممتاز بابیوں کو گرفتار کریں۔ دینیات کے طالب علموں کا ایک گروہ حاجی سیّد اسد اللہ[1] کے گھر میں گھس آیا۔ اُسے اور اُس کے بھتیجے آقا مہدی کو جو اُس وقت وہاں تھے گرفتار کرکے قیدخانہ کو لے گئے۔ عوام نے ہر اُس شخص کے گھر کو لُوٹ دیا جو بابیوں کا خویش مشہور تھا۔ میں بہت چھوٹا تھا مگر مجھے وہ وقت اچھی طرح سے یاد ہے جب سیّد محسن جو بابیوں کو ستانے اور قتل کرنے کے لئے مشہور تھا بہت سے افسروں اور جلّادوں کے ساتھ آیا اور ہمارے دروازے پر دستک دی۔ کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ وہ لوگ دیوار پھلانگ کر اندر چلے گئے اور تفتیش شروع کی وہ ایک دروازہ کو توڑنا چاہتے تھے۔ جو مقفّل تھا۔ گھر کے مالک نے دروازے کھول دئے۔ سارا خاندان ان لوگوں کے بھیانک کارناموں کو یاد کرکے کانپ رہا تھا۔ سیّد محسن نے گھر کی عورت سے کہا:-

"تمہارے شوہر نے اپنا دین چھوڑ دیا ہے۔ اب تم جس سے چاہو شادی کرسکتی ہو"

اس شک پر کہ حضرت طاہرہ نے حاجی سیّد اسد اللہ کے ساتھ مل کر

[1] سیّد اسد اللہ ایک جانثار مومن تھے اور اُن کی بیٹی حضرت طاہرہ کی بھاوج تھی۔

ملّا تقی کو قتل کروایا ہے اُس کے بیٹے ملّا محمد نے جو حضرت طاہرہ کا
شوہر تھا حاکم کو ترغیب دی کہ وہ اُس مظلومہ پر مقدمہ چلائے ۔ آپ
کے والد نے حضرت طاہرہ کو بھیجنے سے انکار کر دیا مگر بعد میں وہ آکر زبردستی
آپ کو لے گئے ۔ آپ کے ساتھ آپ کی نوکرانی کافیہ اور دوسری عورتیں
بھی تھیں ۔ حاکم کے مکان پر ان سے سوال کئے گئے مگر اُنھوں نے
جواب دیا :-

" یہ کام بلا ہمارے علم کے کیا گیا ہے " ملّا محمد حاکم کو تاکید
کرتا رہا کہ اُنھیں سزا دی جائے ۔ یہ اشارہ پاکر حاکم نے میرِ غضب سے کہا
کہ داغ لگانے کا لوہا لایا جائے ۔ حضرت طاہرہ کو ڈرانے کے لئے اُنھوں
نے کافیہ کے ہاتھ ایک سرکنے والے دروازے کے نیچے رکھے اس ارادہ کے
ساتھ کہ وہ اُدھر کی طرف اُنھیں تپتے ہوئے لوہے سے داغ دیں گے
حضرت طاہرہ نے ان خوفناک حالات میں یہ احساس کرکے کہ خدا ہی فقط اُن
کا حافظ ہے اپنا بے پردہ چہرہ حضرت باب کے قیدخانے ماہ کوہ کی طرف
کیا اور مناجات کرنے لگیں ۔ اُس وقت کی حالت بیان سے باہر ہے ۔

اتنے میں باہر سے آوازیں آنے لگیں کہ قاتل مل گیا ہے ۔ یہ سُنکر
سب اُس طرف متوجّہ ہوئے ۔ قاتل کون ہے ؟ وہ کہاں سے ملا ؟
داغ دینا بند ہوگیا اور معلوم ہوا کہ قاتل وہی ملّا صالح شیرازی ہے ۔
ملّا صالح نے جب شہر میں ہلچل دیکھی اور بے گناہوں کے گرفتار ہونے کا
سُنا تو وہ بھاگا ہوا حاکم کے گھر پہنچا اور یہ کہتے ہوئے اپنے جرم کا

اقبال کیا، میں نے اُس کے مُنہ میں خنجر گھسیڑا تھا۔ میرا کوئی ساتھی نہ تھا تم خدا کے بے گناہ بندوں کو بلا وجہ پکڑ لائے ہو۔"

اُنھوں نے اُس سے پوچھا "تو نے اتنے بڑے عالم کو کیوں قتل کیا۔ اُس نے جواب دیا "وہ عالم نہ تھا۔ اُس نے تو علم کے چمن سے کچھ تھوڑے سے انگور چوری کئے تھے۔ اگر وہ عقلمند ہوتا تو وہ ممبر پر چڑھکر کبھی میرے اُستادوں شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی کے خلاف بُرے الفاظ مُنہ سے نہ نکالتا۔ اسی وجہ سے میں نے اُسے قتل کردیا۔ تب وہ اُسے عدالت عالیہ میں ملا محمد اور حاجی مُلا صالح حضرت طاہرہ کے شوہر اور آپ کے والد کے روبرو لائے۔ اُس پر سوال کئے گئے اور اُس کے بعد اُس کا مقدمہ شروع ہوا۔ نہایت صفائی سے اُس نے اپنے جرم کا اقبال کیا۔ اُنھوں نے سمجھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ اس پر اُس نے کہا کہ جس خنجر سے میں نے اُس کا مُنہ توڑا تھا وہ مسجد کے نزدیک پُل کے نیچے چُھپاکر رکھا ہوا ہے۔

آدمی گیا اور خنجر لیکر آیا۔ ملا محمد نے تب غصہ سے کہا:
"یہ شخص اس لائق نہیں کہ میرے باپ کا قاتل ہو۔"

ملا صالح نے جواب دیا:۔ "تو میرے لئے قیمتی کپڑے پہننے کے لئے لا تاکہ تیرے باپ کا قاتل اُس کے قتل کرنے کے قابل دکھائی دے۔"

تب اُس کے گلے میں بھاری زنجیریں ڈالی گئیں اور اُسے قید خانے کو لے گئے۔ شہر کے لوگ گروہ بگروہ اُس کو قید خانے میں دیکھنے کے لئے

آرہے تھے ۔ اُن میں سیّد محسن بھی تھا جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ۔ اُس نے قید خانہ کے پاس آتے ہی نہایت گندے الفاظ سے اُسے گالیاں دینی شروع کیں ۔ اُس بہادر شیرنی نے گرج کر اپنی زنجیر کی سلاخ اُس پر پھینکی ۔ سیّد بھاگ گیا ۔ اُن دنوں میں جب کہ آپ کا شوہر مومنین پر ظلم کر رہا تھا اور اپنے باپ کے انتقام میں بہت سی جانوں کو لینا چاہتا تھا ۔ حضرت طاہرہ اپنے باپ کے گھر میں سخت نظر بند تھیں ۔ اُن کو کسی سے ملنے یا بات چیت کرنے کی اجازت نہ تھی ۔

آپ کے شوہر ملّا محمد اور آپ کے ایک چچیرے بھائی نے آپ کو زہر دینے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے ۔ حاجی اسداللہ کی بیٹی خاتون جان کے سوا مومنین میں سے اور کوئی آپ کے پاس نہ جاسکتا تھا ۔ یہ فداکار مومنہ بہت سلیقہ شعار تھی اور کسی نہ کسی طرح آپ کے پاس جا پہنچتی تھی ۔ بعض اوقات وہ کپڑے دھونے کے بہانے سے آپ کے پاس چلی جاتی تھی ۔ اس طرح وہ آپ کی خبر لاتی تھی اور آپ کو خوراک پہنچاتی تھی کیونکہ حضرت طاہرہ اکثر وہ غذا نہ کھاتی تھیں جو آپ کے لئے گھر میں تیار کی جاتی تھی ۔ اس طرح آپ اُن دنوں میں بہت سختیاں اور تکلیفیں جھیل رہی تھیں ۔ آقا محمد ہادی اس وفادار مومنہ کا شوہر[1] حضرت طاہرہ کا بڑا بھائی تھا ۔ جناب آقا محمد جواد فرآبادی نے جو بھائیوں میں

[1] مطالع الانوار کے مطابق میرزا ہادی میرزا عبدالوہاب قزوینی کے فرزند تھے ۔ اور میرزا عبدالوہاب حضرت طاہرہ کا بڑا بھائی تھا ۔

عام طور سے ، عمو جان کے نام سے مشہور ہیں مجھے بتلایا کہ ملا تقی کے قتل کے موقعہ پر آقا ہادی چپکے سے قزوین سے چل دئے تھے۔ وہ طہران گئے اور حضرت بہاء اللہ کے حضور میں پہنچے ۔ آپ نے انھیں واپس قزوین روانہ کیا کہ وہاں حضرت طاہرہ کو مدد دیں اور انھیں طہران لے آئیں۔ آپ حضرت بہاء اللہ کی ایک لوح لیکر آئے تھے جو اُن کی بیوی نے پہلے کی طرح جاکر حضرت طاہرہ کو دیدی۔

لوح تلاوت کرنے کے بعد حضرت طاہرہ نے فرمایا تم چلو اور میں تمہارے پیچھے آجاؤں گی ۔ ایک گھنٹے کے اندر آپ روانہ ہوگئیں۔ مومنین نے آپ کو ایک بڑھئی کے گھر میں رکھا جہاں کسی کو آپ کے ڈھونڈھنے کا خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا ۔ مگر آپ کے غائب ہونے کی خبر فوراً پھیل گئی ۔ شہر میں کہرام برپا ہوگیا ۔ حاجی اسد اللہ کا گھر لوٹ لیا گیا اُسی رات آقا ہادی ایک ملازم و جانثار مومن آقا قلی کی مدد سے آپ کو شہر کے دروازے شہزادہ حسین پر لے گئے ۔ دیوار پھلانگ کر وہ شہر کے باہر ندیم میں گئے جہاں گھوڑے تیار کھڑے تھے ۔ گھوڑوں پر سوار ہوکر وہ کلدرہ واشتہارد گاؤں کی راہ سے طہران کو روانہ ہوئے ۔ جب وہ امام زادہ حسن کی درگاہ پر پہنچے جو طہران سے ۴ میل کے فاصلہ پر ہے انھوں نے پہلی منزل کی ۔ آقا قلی گھوڑوں کو دیکھنے میں لگ گئے حضرت طاہرہ آرام فرما رہی تھیں اور آقا ہادی آپ کے پہنچنے کی خبر لیکر طہران کو گئے ۔ ایک مومن کربلائی حسن آپ سے ملنے کے لئے باغ

کو گیا۔ مگر چونکہ آقا قلی اُسے نہ پہچانتے تھے اس لئے آپ نے اُسے اندر جانے نہ دیا۔ آقا حسن نے مسکراتے ہوئے اصرار کیا اور آقا قلی نے دو گھونسے اُس کے سینے پر مارے۔ اتنے میں حضرت طاہرہ وہاں آگئیں اور انھوں نے مہمان کو بچایا اور اُسے اندر لے گئیں اور پھل وغیرہ سے آپ کی تواضع فرمائی۔ اتنے میں کچھ سوار آئے اور آپ کو حضرت بہاءاللہ کے گھر لے گئے[1]۔

دوسرے دن آپ کو ایک گاؤں کو لے گئے۔ جہاں مومنین کی تعداد زیادہ تھی۔ آقا قلی کو اُس کی وفاداری پر بہت انعام واکرام دیا گیا۔ اُس کے اقبال نے ترقی کی اور حکومت میں وہ ایک بڑا افسر بن گیا۔ وہ حضرت بہاءاللہ کے حضور میں بھی مشرف ہوا مگر اس کے متعلق مجھے تفصیلات معلوم نہیں ہیں نہ ہی مجھے یہ پتہ ہے کہ حضرت طاہرہ کو پھر کب گاؤں سے واپس طہران لائے اور نہ ہی مجھے آپ کی شہادت کے متعلق صحیح خبر ہے۔" امضاء سمندر" میرزا صالح شیرازی ملا تقی کے قاتل کو بیڑیوں میں طہران کو بھیجدیا گیا۔ طہران پہنچنے پر (بعض مورخین کا قول ہے کہ قزوین سے روانہ ہونے سے پہلے) اُسے معلوم ہوا کہ حالانکہ اُس نے جرم کا اقرار کرلیا ہے پھر بھی مومنین رہا نہیں کئے گئے پس وہ ایک رات قیدخانہ سے فرار ہوگیا اور محمد شاہ کے داروغہ اصطبل کے فرزند رضا خاں کے گھر میں

---

[1] بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت بہاءاللہ بنفس نفیس کچھ سواروں کے ساتھ تشریف لائے اور آپ کو شہر میں لے گئے۔ آپ کے سفر کے حالات نہایت عمدہ طریقہ سے مطالع الانوار میں دئے گئے ہیں۔

پناہ لی۔ رضا خاں مومن تھا۔ چند دنوں بعد اپنے مہمان میرزا صالح کے ساتھ جو اب حضرت باب پر ایمان لے آیا تھا وہ ماژندران میں قلعہ طبرسی کو چلا گیا۔ طہران سے گھوڑے سوار پولیس اُس کے پیچھے بھیجی گئی مگر وہ بچکر قلعہ میں جا پہنچا۔[1]

بعض دیگر بابی قیدی قزوین واپس بھیجدئے گئے اور وہاں جان سے مار دئے گئے۔ تاریخ جدید میں لکھا ہے:

"وہ بے گناہ شخص قید میں رکھے گئے۔ اگرچہ حاجی ملّا محمد تقی کے بیٹے نے سخت کوششیں کیں کہ طہران میں حاکم شرع سے قیدیوں کے مار ڈالنے کا حکم لے مگر اُسے کامیابی نہ ہوئی۔ تب اُس نے بابیوں پر حضرت باب کی تعلیمات میں سے کچھ باتیں لیکر الزام لگائے اور اعلیٰ حضرت محمد شاہ طہران کے مجتہد آقا محمود کو حکم دیا کہ وہ حضرت باب کی تعلیمات کی تحقیق کرے۔ پس قیدی اُس کے سامنے لائے گئے۔ بہت دیر تک اُن سے گفتگو کرنے کے بعد بابیوں کے متعلق ملّا محمد کے الزامات کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا۔ آخر کار ملّا محمد اعلیٰ حضرت شاہ کے حضور میں گیا اور اپنا گریبان چاک کرکے رو رو کر کہنے لگا:

"انھوں نے حاجی ملّا محمد تقی کو قتل کر دیا ہے کیا اُس کے خون کے بدلے میں کسی کا خون بہایا نہ جائے گا؟"

---

[1] یہ دونوں جوان رضا خاں اور میرزا صالح ۱۸۴۹ء میں جب قلعہ طبرسی پر شاہی فوج کا قبضہ ہوگیا شہید کر دئے گئے۔

شاہ نے جواب دیا:۔

" قاتل جو اپنے جرم کا اقبال کر چکا تھا قید خانہ سے بچکر بھاگ گیا ہے۔ اگر تم جائز اصولِ قصاص پر چلنا چاہتے ہو تو کوئی حاکم شرع ایک فراری قاتل کی بجائے کسی بے گناہ کی موت کا حکم نہ دے گا۔ پر اگر تمہاری مرضی ناجائز بدلہ لینا ہے تو پھر تم شریعت کا نام بیچ میں کیوں لاتے ہو۔ جاؤ جسے چاہو اُن میں سے ایک کو مار ڈالو "

پس وہ شیخ صالح عرب کو جو نہایت پاک دل نیک انسان تھا لے گئے اور اُسے توپ سے اُڑوا کر شہید کر دیا۔

پھر ملّا محمد نے شاہ سے التجا کی کہ کچھ دوسرے قیدیوں کو (جن میں ملّا طاہر واعظ شیرازی اور ملّا ابراہیم محلّاتی بھی تھے) قزوین لیجانے کی اُسے اجازت دی جائے تاکہ وہاں وہ اپنے باپ کی یاد کی تکریم کے لئے انھیں اُس کی قبر کے گرد پھرائے اور پھر انھیں چھوڑ دے۔ شاہ اس پر راضی ہو گیا۔ ان میں سے کچھ تو قزوین کے راستہ میں نہایت بے رحمی سے موت کی گھاٹ اُتار دئے گئے اور قبر کے گرد طواف کرتے وقت شیخ طاہر کو ایک درخت سے باندھ کر سخت اذیت کے ساتھ مار دیا گیا۔ ملّا ابراھیم کو بھی بھڑکے ہوئے عوام نے جو اس مقصد کیلئے قبر پر ہجوم کئے ہوئے تھے نہایت بے رحمی سے مار ڈالا۔ پس حضرت طاہرہ کے دو اوّلین شاگرد ملّا صالح عرب اور ملّا ابراہیم پہلے مومنین تھے جنھوں نے سرزمین ایران میں امر اللہ کے لئے اپنا خون بہایا۔ یہ مجسٹر دارواح

اُس شاندار جم غفیر میں سے پہلے تھے جن کے لئے یہ مقدر ہو چکا تھا کہ وہ خدا کے پاک دین کی فتح پر اپنے خون سے مُہر لگائیں۔ حاجی اسداللہ قزوین کا بوڑھا مؤمن جس نے آپ کو بہت مدد دی تھی قیدیوں کے زمرہ میں طہران کو جاتے ہوئے راہ میں سردی و تھکان سے فوت ہو گیا تھا۔

حضرت طاہرہ اُس وقت طہران میں حضرت بہآء اللہ کے گھر میں مہمان تھیں۔ حالانکہ آپ کی تلاش ہو رہی تھی مگر چلمن کے پیچھے ہر روز افراد کو امراللہ کی تبلیغ کیا کرتی تھیں۔

حضرت بہآء اللہ کے مکان سے اتنے زیادہ افراد کو آتا جاتا دیکھکر لوگ حیران ہوا کرتے تھے اور وہ یہ بھی دیکھا کرتے تھے کہ بابیوں کی کثیر تعداد آپ کے محل میں آتی جاتی ہے۔ حضرت بہآء اللہ سلطنت کے ایک وزیر کے فرزند تھے۔ آپ کے والد ایک وقت اعلیٰ حضرت شہنشاہ کے معتمد خاص تھے۔ میں نے طہران میں حضرت بہآء اللہ کا مکان دیکھا ہے۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بہت بڑے دولتمند ہوں گے کیونکہ اس کے ساتھ بڑے بڑے مکان تھے جو آپس میں ملحق تھے۔ اس کے علاوہ کوہ البرز کی وادی میں شہر سے باہر آپ کا ایک مکان تھا جہاں آپ گرمیوں میں رہا کرتے تھے۔ ۱۸۴۴ء میں جناب باب الباب کے بعد ہی آپ حضرت باب کے پیرو ہو گئے تھے۔ آپ کبھی حضرت باب سے نہیں ملے مگر شروع سے حضرت باب و حضرت بہآء اللہ میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔

حضرت طاہرہ جیسا میں پہلے لکھ چکی ہوں حضرت باب سے کبھی نہ ملی تھیں ماہ کو جاکر آپ سے ملنا چاہتی تھیں حضرت بہآء اللہ نے آپ کو سمجھایا کہ آپ کا وہاں جانا بالکل ناممکن ہے۔

حضرت باب نے مومنین کو اجازت دی تھی بلکہ تاکید کی تھی کہ اگر ممکن ہو تو وہ خراسان جائیں اور جناب باب الباب کی تعظیم کریں اور اُن سے درس حاصل کریں۔ حضرت طاہرہ نے خراسان جانا چاہا مگر طہران کی اقامت کے دوان میں آپ نے حضرت بہآء اللہ کا روحانی مقام پہچان لیا اور تمام معاملات میں آپ سے مشورہ لینا شروع کیا۔ مجھے تعجب ہوتا تھا مگر طہران میں حضرت طاہرہ کے خویش میں سے ایک نے مجھے بتلایا کہ حضرت طاہرہ نے اعلیٰ حضرت شہنشاہ کو بتلا دیا تھا کہ آپ حضرت بہآء اللہ کو مانتی ہیں اور حضرت بہآء اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ نئے یوم اللہ کا اعلان کریں۔ میں نے اُس سے واضح کرنے کے لئے پھر پوچھا کہ کیا اُس کی مراد حضرت باب سے ہے مگر اُس نے کہا کہ نہیں میں نے حضرت بہآء اللہ کہا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ نے اپنی روحانی بصیرت سے اس عالمگیر دین میں حضرت بہآء اللہ کے مقام کو پہچان لیا تھا اور اس ملاقات کے بعد آپ کی حیات کا ہر عمل اسے ثابت کرتا ہے۔

آپ حضرت عبد البہآء سے جو اُس وقت ۳ - ۴ سال کی عمر کے تھے بہت مانوس تھیں۔ آپ آنحضرت کو اپنے پاس رکھتیں۔ ایک دن سید یحییٰ دارابی وحید آپ کی ملاقات کے لئے آئے۔ جناب وحید

صف اوّل کے مومنین میں سے تھے اور بعد میں نیریز میں شہید کئے گئے تھے
وہ دیر تک انتظار کرتے رہے ۔ دوستوں نے حضرت طاہرہ سے عرض کیا:

"کیا آپ بچہ کو چھوڑ کر اُن سے ملاقات نہ کریں گی ؟"

کہتے ہیں کہ بچّہ (حضرت عبدالبہاء) کو اپنی گود میں لیتے ہوئے فرمایا:
" اے امراللہ کے حامی وسرپرست کیا میں تجھے چھوڑ کر امراللہ کے ایک پیرو سے ملاقات کروں ؟"

جنھوں نے یہ سنا وہ متحیر ہوئے کیونکہ اُس وقت اس لڑکے کے والد نے بھی اپنی ماموریت کا اعلان نہ فرمایا تھا ۔ شاید علیحدہ باتیں کرتے ہوئے حضرت بہاء اللہ نے حضرت طاہرہ کو اپنے کام کے متعلق کچھ فرمایا ہو۔

حضرت عبدالبہاء نے بھی اپنی کتاب تذکرۃ الوفا میں جناب سید یحییٰ دارابی وحید کی ملاقات کا ذکر فرمایا ہے ۔ آپ نے لکھا ہے :

" میں جناب طاہرہ کی گود میں بیٹھا تھا اور سیّد یحییٰ نئے ظہور کے متعلق ائمہ کی کچھ احادیث پڑھ کر سنا رہا تھا ۔ جناب طاہرہ نے اُن کی تلاوت کو کاٹ کر فرمایا:

"جناب یحییٰ اگر آپ سچی معرفت رکھتے ہیں تو عمل کر کے بتائیں ۔ یہ وقت احادیث پڑھنے کا نہیں بلکہ یہ تو استقامت کا وقت ہے ۔ توہمات کے پردے چاک کرنے کا زمانہ ہے ۔ کلمۃ اللہ کے اعلان کا دن ہے ۔ خدا کی راہ میں جانیں قربان کرنے کا زمانہ ہے اگر ہم سچے ہیں تو ہمیں عمل کر کے اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا چاہئے ۔"

امر اللہ کی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ بدشت کی کانفرنس تھا
غالباً آپ پوچھیں گے کہ بدشت کہاں ہے۔ یہ طہران و ماژندران کے درمیان
واقع ہے۔ شاہ راہ سے الگ گرمیاں گذارنے کی پُرفضا جگہ ہے۔ چاروں
طرف باغ - باغیچہ اور چراگاہیں ہیں اور رہنے کے لئے بھی چند ایک مکان ہیں
ملک کے امیر لوگ گرمیوں میں یہاں آکر رہا کرتے تھے۔ قدرتاً حضرت بہاء اللہ کو
حضرت باب کے شاگردوں کی مجلس مشاورت کے لئے اس جگہ کو چُنتا تھا
کیونکہ یہ ایک خاموش جگہ اور اس کے قرب و جوار میں خوبصورت باغ
تھے۔ جن تین باغیچوں میں وہ جاکر مقیم ہوئے اُن کے مرکز میں ایک وسیع
صحن تھا۔ وہاں وہ آزادی سے مشورہ کرسکتے تھے۔ طہران میں ایسی مجلس
کرنا سخت خطرناک تھا۔ غالباً مومنین خراسان کو جاتے ہوئے اس بستی
میں ٹھہرنے والے تھے۔

حضرت بہاء اللہ نے جناب طاہرہ کو خادموں کے ساتھ بدشت کو
روانہ کیا اور تمام گروہ کے اخراجات کے لئے نقدی بھی مہیّا فرمائی۔ چند
دنوں بعد آنحضرت بھی تشریف لے گئے اور جناب قدوس بھی آ گئے
حضرت بہاء اللہ نے تین باغ کرایہ پر لئے۔ اُن میں ایک تو بالکل جناب قدوس
کو دیا۔ دوسرا جناب طاہرہ اور اُن کے ساتھیوں کو دیا اور تیسرے میں
آپ خود مقیم ہوئے۔ مومنین کے خیمے بیچ صحن میں لگائے گئے تھے۔
حضرت بہاء اللہ کا خیمہ وزیرانہ تھا کیونکہ آپ ایک وزیر کے فرزند تھے۔
جناب طاہرہ کے اُن الفاظ سے جو آپ نے ایک ملازم سے فرمائے

اس مجلس کی اہمیت کا پتہ لگتا ہے۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ متعجب ہے کہ آپ عورت ہو کر پردہ کے پیچھے ہی سے سہی اتنے مردوں سے مخاطب و مشورہ کر رہی ہیں آپ نے اُسے اپنے پاس بُلایا اور کہا:

"ہماری گفتگو خدا۔ دین۔ روحانی امور اور سب سے بڑھکر حق کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے بارے میں ہے۔ یاد رکھو جو قدم ہم اُٹھاتے ہیں وہ خدا کی راہ میں اُٹھاتے ہیں۔ کیا تم ہمارے ساتھی بننے کو تیار ہو؟ ہر روز اُن میں سے ایک حضرت باب کے دین پر تقریر فرماتا تھا۔

میں مطالع الانوار سے یہ بیان نقل کرتی ہوں:

"بدشت میں جمع ہونے والوں کی تعداد اکیاسی[81] تھی۔ یہ سب لوگ جس دن سے آئے تھے روانہ ہونے کے دن تک حضرت بہاء اللہ کے مہمان تھے۔ ہر روز آپ ایک لوح نازل فرماتے تھے جس کی میرزا اسلیمان نوری مجلس میں تلاوت فرماتے تھے۔ آپ نے ہر ایک کو نئے نام سے موسوم کیا۔ اُس دن سے خود آپ بہاء کے نام سے موسوم ہوئے۔ آخری حرف حیّ کو قدوس کا لقب عطا کیا گیا اور قرۃ العین کا نام طاہرہ رکھا گیا۔ بدشت کی کانفرنس میں شریک ہونے والوں میں سے ہر ایک کے لئے حضرت باب نے ایک ایک لوح نازل فرمائی جس میں آپ نے ہر فرد کو اُس کے اُس نام سے مخاطب کیا جو اُسے تازہ عطا کیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد جب کچھ رجعت پسند بابیوں نے حضرت طاہرہ پر نادانی سے قدیم روایات کو توڑنے کا الزام لگایا

تو حضرت باب نے اُنھیں ان الفاظ میں جواب دیا :
"میں اُس کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں جس کا عظمت کی زبان نے طاہرہ نام رکھا ہے۔"

اس قابل یادگار مجلس میں ہر روز پُرانی شریعت کا ایک قانون منسوخ ہوتا تھا اور ایک قدیم روایت رد کی جاتی تھی۔

فرانسیسی مورخ اے۔ ایل۔ ایم نکولس نے اس کانفرنس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ کئی دن تک جاری رہی۔ اس کے مذاکرات قدیم دین کو حضرت باب کے لائے ہوئے نئے دین کے ساتھ بدلنے کے متعلق ہوتے تھے۔

"تذکرۃ الوفا" میں حضرت عبدالبہاء کے بیان کے مطابق بدشت کی کانفرنس کے موقعہ پر حضرت باب نے اپنے ظہور کی آخری منزل کا جو قائم ہونے کا مقام تھی اعلان نہ فرمایا تھا۔ آپ کا ابھی تک باب ہونے کا اعلان تھا۔ قائم سے مراد موعودہ امام ہے۔ حضرت بہاءاللہ۔ جناب قدوس و جناب طاہرہ نے بدشت میں حضرت باب کے عام اعلان کا اور بعض رسمی حقوق و روایات کی تنسیخ کے لئے لازمی بندوبست کیا تھا۔ ایک دن حضرت بہاءاللہ کو بخار ہوا اور آپ اپنے خیمے میں رہے۔ حقیقت میں اس میں بھی حکمت پوشیدہ تھی۔ جناب قدوس اپنے باغ سے آئے اور حضرت بہاءاللہ سے ملنے کے لئے گئے۔ جناب طاہرہ نے جناب قدوس کو بلوا بھیجا۔ جب جناب قدوس آپ کی درخواست پر نہ آئے تو آپ

خود بلا پردہ حضرت بہاء اللہ کے باغ میں آئیں اور اُن سے کہا کہ نیا ظہور ظاہر ہو چکا ہے۔ آپ کو دیکھ کر تمام مومنین جو وہاں موجود تھے حیران و ششدر رہ گئے اور نئے دین کے اعلان اور قدیم شریعت کے کچھ قوانین کی تنسیخ کا احساس کرکے مضطرب ہو گئے۔ اس واقعہ سے جو پہلے کبھی نہ ہوا تھا اس قدر کھلبلی ہوئی کہ حضرت بہاء اللہ نے ایک مومن کو قرآن کی سورۂ واقعہ کو جو حشر و قیامت کے متعلق ہے تلاوت کرنے کا حکم دیا۔ اس میں لکھا ہے کہ موعودہ وقت ایک غیر معمولی بات واقع ہوگی۔ جب مومنین نے یہ ہوتے دیکھا تو وہ سب بھاگ گئے۔ مگر بعد میں بعض نے اس واقعہ پر کوئی اعتراض نہ کیا اور بعض لوٹ کر حضرت بہاء اللہ کے پاس اس معاملہ کے متعلق پوچھنے کے لئے آئے بعض کا قول ہے کہ جب بدشت کے معاملہ کا ذکر حضرت باب کی خدمت میں کیا گیا آپ نے مومنین کو ہدایت کی کہ وہ جناب طاہرہ کے کہنے پر عمل کریں اور آپ کا ذکر "حضرت طاہرہ" کے طور پر کیا۔ حضرت عبدالبہاء اپنی کتاب تذکرۃ الوفا میں قرۃ العین کی بجائے اس نام سے آپ کا ذکر فرماتے ہیں۔ حاجی جانی اپنی تاریخ میں قرۃ العین کا اُم العالم کے نام سے ذکر کرتا ہے۔"

بدشت کی کانفرنس کم عرصہ تک ہی رہی۔ لکھا ہے کہ حضرت بہاء اللہ وہاں بائیس ۲۲ دن تک رہے۔ ان جوشیلے مباحثوں نے اُس جگہ کے باشندوں کو چوکنا کیا اور اُنھوں نے بابیوں کو لوٹنا شروع کیا

کیونکہ اُنھوں نے نہ تو اُنھیں روکا اور نہ اُن سے لڑائی کی۔ اس طرح یہ کانفرنس شور و ہنگامہ میں صحرائی بدشت میں جسے میرزا جانی اپنے خیال میں " میدانِ بدعت " لکھتا ہے ختم ہوگئی۔

۱۹۳۲ء میں مطالع الانوار کے شائع ہونے تک لوگ متعجب ہوتے تھے کہ حضرت باب الباب (ملّا حسین بشروئی) کیوں اُس مجلس میں حاضر نہ تھے۔ اس کتاب کا سولھواں باب اس کی وضاحت کرتا ہے۔ حضرت باب الباب کو اس کانفرنس کی اطلاع نہ تھی اور بہت سے مومنین جو اُس مجلس میں تھے آپ کے پاس مشہد کو جاتے ہوئے وہاں ٹھہر گئے تھے۔ میرزا جانی کی تاریخ میں بھی اس کی وجہ لکھی ہے۔ حضرت باب الباب نے مشہد سے ماژندران کو روانہ ہونے کا ارادہ کئی دن پہلے کیا ہوا تھا مگر وہ روانہ اُس دن سے کئی دن بعد ہوئے کیونکہ جس دن آپ نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔ اُس دن آپ اپنے ستّر ہمراہیوں کے ساتھ امام رضا کی درگاہ کی زیارت کو گئے تھے۔ شہر کے لوگوں اور آپ کے ساتھیوں میں کچھ جھگڑا ہوگیا جس نے بعد میں حملہ کی صورت اختیار کرلی، اس لئے شہزادہ حمزہ میرزا نے حضرت باب الباب کو بُلا بھیجا اور آپ کو اپنے ڈیرے میں کئی دن تک نظر بند رکھا۔ جونہی آپ رہا ہوئے آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور روانہ ہوگئے۔ آپ بارفروش کے قرب و جوار میں تھے کہ محمد شاہ کے فوت ہونے کی خبر ملی۔ اس خبر سے ملک میں اُودھم مچ گئی اور حضرت باب الباب

و آپ کے ساتھیوں پر چونکہ وہ حضرت باب کے دین کے پیرو تھے ـــــ حملہ ہوگیا اور وہ سب شیخ طبرسی کے مقبرے میں گھر گئے۔ وہاں وہ صرف اپنا بچاؤ کرسکتے تھے۔ اُن کا بچکر نکل جانا ناممکن تھا۔ خدا نخواستہ وہ وہاں قلعہ بنانے یا مسلمانوں و حکومت سے جنگ کرنے کے لئے نہ آئے تھے۔ اُن کو تو ایک بہت زبردست فوج نے گھیر لیا تھا جو پہلے تو فقط مذہبی دشمنوں پر مشتمل تھی مگر بعد میں شاہی فوج کے سپاہی بھی اُن کی کمک کے لئے اُن سے آملے۔ چونکہ جناب قدوس پہلے ایک خط میں جس کا عنوان "دائمی شاہد" تھا اپنی اور جناب باب الباب کی شہادت کی پیشین گوئی کر چکے تھے اس لئے ناظرین جو کچھ اب لکھا جاتا ہے اُسے سمجھ جائیں گے:

"بدشت کی کانفرنس کے ٹوٹنے اور مومنین کے لٹنے اور تتر بتر کئے جانے کے بعد جن میں سے کچھ ابھی نیالا ہی میں تھے۔ شیخ طبرسی پر حضرت باب کی مصیبت کی خبر پہنچی۔ جناب قدوس اپنے گھر بار فروش پہنچ چکے تھے جب آپ کو یہ خبر ملی۔ آپ فوراً باب الباب کے ساتھ شریک ہونے کیلئے روانہ ہوگئے اور محاصرہ کے لئے قلعہ بندی کرنے میں مشغول ہوگئے[1]۔ خوش قسمتی سے یہ وہ آسانی سے کرسکے۔ کیونکہ اُس وقت اکثر افسران اعلیٰ حضرت ناصرالدین شاہ

[1] مطالع الانوار میں لکھا ہے کہ حضرت بہاء اللہ شیخ طبرسی تشریف لے گئے اور آپ کے وجود سے ملا حسین بشروئی باب الباب کو مسرّت اور نیک مشورہ ملا۔ حضرت بہاء اللہ نے اُنھیں تاکید کی کہ وہ جناب قدوس کو تلاش کریں کیونکہ وہ قید میں تھے اور حضرت بہاء اللہ نے اُنھیں بتایا کہ جناب قدوس کس طرح آزاد ہوسکتے ہیں۔

کی تاجپوشی کے لئے جو ۲۰ راکتوبر ۱۸۴۸ء کو ہوئی طہران گئے ہوئے تھے اس دوران میں محصورین نے اس جگہ کو ایسا بنایا کہ بعد میں اس کا نام قلعہ طبرسی مشہور ہو گیا۔

مومنین نے جونہی سنا کہ جناب باب الباب اور اُن کے ساتھی کیسی سخت بلا میں مبتلا ہو گئے ہیں تو ایران کے دور دور کے علاقوں حتیٰ کہ عراق سے بھی اس مہلک جگہ کی طرف دوڑے ہوئے آئے۔ اُن سب کو یقیناً یہ پتہ تھا کہ شیخ طبرسی کے قلعہ بند فداکاروں کا گروہ تھوڑے ہی عرصہ میں دشمن کی توپوں کا نشانہ بن جائے گا۔ اِن موت کے منہ میں بھاگتے ہوئے بابیوں کے مدنظر کیا تھا؟ کیا اُنھیں حضرت قدوس کی "دائی شاہد" میں لکھی ہوئی موت کی پیشین گوئی یاد آگئی تھی؟

خواہ کچھ بھی ہو۔ اس کتاب کے پڑھنے والوں میں سے کوئی بھی ان بابیوں کے خلوص اور ان کی وفاداری میں شک نہیں کر سکتا کیونکہ جو دُکھ اور اذیتیں انھوں نے برداشت کی وہ انسانی قوتِ تحمل سے بالا تھیں۔

کہتے ہیں کہ جب جناب طاہرہؓ نے جناب باب الباب کی مصیبت کو سنا تو آپ نے مردانہ بھیس پہن کر قلعہ کو جانے کا ارادہ کیا تاکہ اُن مظلوموں کی مدد کریں۔ حضرت بہاء اللہ نے آپ کو باور کرا دیا کہ اوّل تو وہ قلعہ میں داخل نہیں ہو سکتیں اور دوم جنگ و جدال کسی کے لئے خاصکر عورتوں کے لئے بالکل مناسب نہیں۔ علاوہ ازیں نیا ظہور جنگ کو ہمیشہ کے لئے دور کرنے کے لئے ہوا ہے۔ اس سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اپنی ماموریت کا اعلان

کرنے سے پہلے ہی حضرت بہاء اللہ نے جنگ کے متعلق اپنا اصول قائم کردیا تھا۔جوں ہی ۱۸۶۳ء میں حضرت بہاء اللہ نے بغداد میں اپنے امر کا اعلان فرمایا تو نہی آپ نے بدلہ لینا اور اپنی حفاظت کے لئے کسی کو جان سے مارنا منع کردیا اور آپ کے تخلیقی کلام کا نفوذ ایسا ہوا کہ اس وقت اہل بہاء نے کسی کو اپنی جان بچانے کے لئے جان سے نہیں مارا اور نہ ہی کبھی کسی سے بدلہ لیا۔ دنیا اس تسلیم و رضا کی کوئی نظیر پیش نہیں کرسکتی جو بہائی شہدا کا طویل سلسلہ ظاہر کرتا ہے۔

جس بہادری، حلم، نرمی اور مسرت کے ساتھ بہائیوں نے اپنی جانیں قربان کیں اس بات کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ دینِ بہائی اس عالمگیر دور میں بنی نوع انسان کے لئے کلمۃ اللہ یا کلام اللہ ہے۔

اُن پہلے چھ سالوں میں بابی فقط پُرانے طریقۂ دفاع ہی سے واقف تھے۔حضرت باب سے تربیت و تعلیم پانے کا اُنھیں بہت کم موقع ملا تھا پھر بھی اُنھوں نے نئے اصول کی جھلک دیکھ لی تھی کیونکہ اُنھوں نے سچے دلوں کے ساتھ اپنی جانیں نثار کیں اپنے لئے نہیں بلکہ امر اللہ کے لئے۔ اُنھیں حضرت باب سے تعلیم پانے کا موقع اس لئے نہ ملا تھا کیونکہ آنحضرت اُن لوگوں سے اپنے اعلان کرنے کے زمانہ ہی سے جیل خانہ میں رہے سوائے اصفہان کی اقامت کے چند مہینوں کے۔کسی کو کیا خبر! شاید یہ سب ایسا ہی ہونا مقدر ہوچکا تھا۔حضرت باب کا کام پُرانے تمدن کی بیخ کنی کرنا تھا۔حضرت باب کے اُن اوّلین مومنین نے اپنی فراموش نہ ہونے والی

شہادت سے خواب غفلت میں پڑی ہوئی دنیا کو بیدار کرکے یہ سنانا تھا کہ خدا کا ظہور اعظم۔ مربی عالم ظاہر ہونے والا ہے۔

حضرت عبدالبہاء تذکرۃ الوفا میں فرماتے ہیں کہ بدشت سے طہران آتے ہوئے جناب طاہرہ راہ میں گرفتار کرلی گئیں اور گرفتار کرنے والوں نے آپ کو کچھ غنڈوں کے بدرقہ میں دارالسلطنت کو روانہ کردیا جہاں آپ کو محمود خاں کلانتر کے گھر میں قید رکھا گیا۔

حاجی میرزا جانی لکھتے ہیں کہ حضرت بہاء اللہ خود جانی اور کچھ دیگر مومنین نے قلعہ میں پہنچکر محصورین کی کمک کرنے کی کوشش کی اُن کے پاس چار ہزار تومان اور بہت اسباب و سامان تھا۔

مطالع الانوار میں مندرج ہے کہ دسمبر ۱۸۴۸ء (محرم ۱۲۶۵ھ) کے شروع میں حضرت بہاء اللہ نے جناب باب الباب سے جو وعدہ کیا تھا اُس کو پورا کرنے کے لئے اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ نور سے قلعہ طبرسی کو روانہ ہوئے۔ آپ کا ارادہ وہاں رات کو پہنچنے کا تھا اور راہ میں کہیں ٹھہرنے کا نہ تھا مگر آپ کے ہمراہیوں نے آپ سے کہا کہ آپ کچھ دیر آرام فرمائیں۔ اگرچہ آپ جانتے تھے کہ اس تاخیر میں دشمن کے اُن کو اچانک آلینے کا خطرہ ہے آپ نے اُن کی درخواست قبول کرلی اور نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب گرفتار کرلئے گئے۔ ایک دوسرے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ طبرسی سے چھ میل کے فاصلہ پر تھے تو شاہی افسروں نے انھیں گرفتار کرلیا اور ننگا کرکے موت کی گھاٹ اُتارنے کے لئے کیمپ کو

بسے گئے۔ چونکہ حضرت بہاء اللہ مازندران کے ایک معزز و ممتاز خاندان کے رکن تھے بعض شاہی افسروں نے آپ کی حمایت کی اور آپ کو بارفروش بھیجدیا جہاں آپ نے ایسے مظالم برداشت کئے کہ قلم کو اُن کے لکھنے سے شرم آتی ہے۔ کاشان کے جو میرزا جانی کا وطن تھا دو تجاروں نے نقدی دے کر میرزا جانی کو رہا کروالیا۔ طہران میں دوستوں نے میرزا جانی کو طبرسی جانے سے منع کیا تھا مگر اُس نے اُنھیں جواب دیا تھا:۔

"میں طہران کے قلعہ میں شہید کیا جاؤں گا۔ اگرچہ اس سفر میں مجھے گرفتار کریں گے مگر میں رہا ہو جاؤں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے بعد میں شرم آئے کہ میں نہیں گیا اور میں نے پوری طرح کوشش نہ کی اس لئے میں جاؤں گا۔"[1]

حضرت عبدالبہاء نے تذکرۃ الوفا میں فرمایا ہے کہ حضرت بہاء اللہ کا ارادہ نیالا جاکر قلعہ طبرسی کو جانے کا تھا۔ آمل کے گورنر نے جب یہ سنا تو وہ نیالا پہنچ گیا اور اپنے ساتھ سات سو بندوق بند سپاہی لایا۔ انھوں نے حضرت بہاء اللہ کو گھیر لیا اور گیارہ[1] سواروں کی حفاظت میں آمل کو

---

[1] میرزا جانی ۱۵ ستمبر ۱۸۵۲ء میں طہران میں شہید ہوئے۔ آپ سوداگر تھے۔ بہادر جانثار بابی تھے۔ آپ نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں آپ نے ۱۸۴۴ء سے ۱۸۵۲ء تک جو کچھ دیکھا اور سنا تھا قلمبند فرمایا تھا۔ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ جناب طاہرہ کے متعلق مفصل لکھیں گے مگر آپ کی شہادت کے سبب وہ یہ وعدہ پورا نہ کرسکے۔

روانہ کر دیا۔ آملی نے آپ کے پاؤں کے تلوؤں پر بیت مار کر آپ کو دارالسلطنت کو روانہ کیا۔"

میں سمجھتی ہوں کہ بدشت کا بیان بند کرنے سے پہلے میں آپ کو ایک اور مومن کے متعلق کچھ بتادوں جو بدشت کی کانفرنس میں تھا۔ آپ کا نام حاجی ملّا اسمٰعیل قمی تھا۔ آپ کربلا کے عالم تھے اور ۱۸۵۲ء میں طہران میں شہید کئے گئے۔ جب دوسرے بابی قیدیوں کے ساتھ آپ سے کہا گیا کہ یا تو توبہ کریں اور یا موت کے لئے تیار ہو جائیں۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

"میں تو اپنے ایمان کا اقرار کروں گا اور اپنی جان دوں گا کیونکہ حضرت قائم کے ظہور کے اعلان کرنے میں ہم قاصر رہتے ہیں تو پھر کون اُن کی آمد کا اعلان کرے گا۔ اگر ہم لوگوں کو سیدھا راستہ دکھلانے غفلت کے پردوں کو چاک کرنے۔ اُن کو سستی کی نیند سے جگانے اس دنیائے فانی کی بے ثباتی کو دکھانے اور اس ارفع و امنع امر کی سچائی کی عملی گواہی دینے سے قصور کریں گے تو پھر یہ باتیں اور کون کریگا؟ پس تم میں سے جو اس فرض کو پورا کرنے کے قابل ہے وہ ثابت قدمی سے آگے بڑھے اور میرے ساتھ آئے۔"

تاریخ جدید کے مطابق ان وفادار عاشقوں اور صادق دوستوں میں سے سات اُس روز طہران میں شہید کئے گئے۔ اُن میں سے ایک حاجی میرزا سید علی تھے جو حضرت باب کے ماموں تھے جنھوں نے بچپن سے

آپ کی پرورش کی تھی اور ہمیشہ حضرت باب کے باوفا پیرو رہے۔ طہران کے سات شہید ایک تاریخی واقعہ ہیں۔ شاید بدشت کی کانفرنس نے یہ بے نظیر وفاداری اُن میں پیدا کی تھی: پس ان مومنین نے جو بدشت میں جمع ہوئے اپنی جانیں قربان کرکے حضرت قائم کے ظہور کا اعلان کیا۔

جناب قدوس (ملا محمد علی) نے ۱۸۴۹ء کے نوروز کے دن گولہ باری کے بعد اپنے ساتھیوں کی یہ آیات پڑھ پڑھ کر ہمت بڑھائی:

"ہم کسی پر مصیبت نہیں ڈالتے جب تک ہم پہلے اُس کا نام دنیا میں نہیں لکھ لیتے۔" "یہ مصیبت ہمارے خزانہ کا جوہر ہے ہم اپنے جواہر ہر کسی کو عطا نہیں کرتے۔"

شیخ طبرسی کے محاصرہ کرنے والوں نے جب دیکھا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ اُن باوفا مومنین کے نشان سیاہ جھنڈوں کو نہیں گرا سکتے۔ نہ ہی اُن بہادر نفوس کے حملہ کی تاب لا سکتے ہیں جب وہ یا صاحب الزمان کے نعرے لگاتے ہوئے قلعہ کے دروازہ سے اُن پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو اُنھوں نے ایک نہایت ہی کمینہ اور غدارانہ حرکت کی۔ اُن کے سردار نے محاصرین کو وعدہ دیا کہ اگر وہ ہتھیار رکھدیں تو وہ اُنھیں اپنے اپنے گھر سلامتی سے جانے دینے کا ذمہ دار ہوگا اُس نے اپنا یہ وعدہ قرآن مجید کے ایک ورق کے حاشیہ پر لکھا:-

"میں اس پاک کتاب کی قسم کھاتا ہوں اور میں اُس خدا کی قسم

کھاتا ہوں جس نے اسے نازل فرمایا ہے اور میں اُس کی رسالت کی قسم کھاتا ہوں جسے اس کی آیات نے ملہم کیا کہ میرا امن و دوستی کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اپنے قلعہ سے باہر نکل آؤ اور خاطر جمع رکھو کہ تمہارے خلاف کوئی ہاتھ اُٹھایا نہ جائے گا۔۔۔۔۔"

جناب قدوس نے قاصد کے ہاتھ سے یہ قرآن لیکر اُسے چوما اور خدا سے دعا کرکے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ قلعہ سے نکلنے کی تیاری کریں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم اُن کی اس دعوت کو قبول کرکے اُنھیں اپنی نیّت کے خلوص کو ظاہر کرنے کا موقع دیں گے۔"

مطالع الانوار میں قلعہ سے خروج کا بہت عجیب بیان لکھا ہے:

جناب قدوس نے وہ سبز عمامہ باندھا جو حضرت باب نے ایک آپ کے لئے اور ایک جناب باب الباب کے لئے بھیجا تھا۔ جناب باب الباب نے بھی یہ عمامہ اپنی شہادت کے دن اپنے سر پر باندھا تھا۔ دو سو دو مومنین ایک ساتھ قلعہ طبرسی سے باہر نکلے۔ ان میں سے کچھ دشمنوں سے ایک غلط خبر پاکر جناب قدوس کے بڑے گروہ سے علیحدہ ہو گئے اس طرح اس چھوٹے گروہ کو انھوں نے پکڑ لیا اور بعد میں غلاموں کے طور پر اُنھیں بیچ دیا۔ ان ہی چند آدمیوں کی زبانی قلعہ طبرسی کے تاریخی محاصرہ کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ باقی سب شکنجہ میں ڈال کر موت کی گھاٹ اُتار دئے گئے۔

جناب قدوس کو اُن کے وطن بارفروش کو لے گئے اور وہاں اُن پر ایسے بیرحمانہ و خبیثانہ مظالم کئے گئے کہ قلم اُنھیں بیان نہیں کر سکتی آپ

کپڑے اُتار لئے گئے۔ آپ کی پگڑی بھی اُتار کر پھینک دی گئی (جو حضرت باب کی عطا کی ہوئی تھی) اور پاؤں سے کیچڑ میں روندی گئی۔ ننگے سر ننگے پاؤں بھاری زنجیروں کے بوجھ کے ساتھ آپ کو شہر کے گلی کوچوں میں تشہیر کیا۔ شہر کے لوگ آپ کے پیچھے تمسخر و ٹھٹھول کرتے ہوئے آرہے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو آپ کو بچپن سے جانتے تھے اور آپ کی پاکیزہ حیات کے شاہد تھے۔ شہر کے شہدوں نے آپ پر تھوکا اور طرح طرح کے ظلم کئے۔ آپ کے جسم میں نیزے مارے گئے اور بپھرے ہوئے عوام نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس دُکھ اور اذیت کے درمیان جناب قدوس کی آواز یہ دعا مانگتے ہوئی سُنی گئی:

"اے پروردگار! ان لوگوں کے قصوروں کو بخشدے۔ اُن پر رحم فرما۔ کیونکہ جو کچھ ہم نے پایا اور جس کے ہم دلدادہ ہیں اُسے یہ لوگ نہیں جانتے۔ میں نے اُنھیں اُن کی نجات کا راستہ دکھلانے کی کوشش کی۔ دیکھو کہ وہ مجھے مغلوب کرنے اور مار ڈالنے کیلئے کس طرح اُٹھے ہیں۔ خدایا! اُن کو حق کی راہ دکھا اور اُن کی جہالت کو ایمان میں بدل دے۔"

جب یہ جلوس شہر کے چوک میں پہنچا جہاں آپ کو قتل کرنا تھا۔ جناب قدوس جو ایک ستائیس ۲۷ سالہ جوان تھے چلا کر بولے:۔

"اے کاش! میری ماں میرے پاس ہوتی اور میری شادی کی شان و شکوہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھتی"!

جب یہ الفاظ آپ نے فرمائے تو وحشی عوام کا اژدہام آپ پر ٹوٹ پڑا

اور آپ کا جوڑ جوڑ علیحدہ کر دیا اور ان بکھرے ہوئے اعضا کو ایک آگ میں پھینکا۔ جو اسی مقصد کیلئے جلائی گئی تھی۔ ایک دوسرے بیان میں لکھا ہے کہ سعید العلماء نے خود جناب قدوس کے کان کاٹ کر آپ کے سر پر کلہاڑی ماری تھی۔

جناب باب الباب نے چھتیس ۳۶ سال کی عمر میں کچھ دن پہلے نہایت بہادری سے جان دی تھی۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں یہ خوفناک باتیں مسلمان مذہبی دیوانوں کے جرموں پر تبرا کرنے کے لئے لکھ رہی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ وہ قدیم زمانے کے چلے ہوئے تھے۔ اسی طرح مجھے وہ مظالم بھی یاد ہیں جو دین کے نام پر مغرب کے ممالک میں کئے گئے۔ میں ان تاریخی واقعات کا اس لئے ذکر کرتی ہوں کہ کلمۃ اللہ ہر زمانہ میں کس قدر سخت بلاؤں کے ساتھ دنیا میں لایا گیا ہے۔ کیا ہم کبھی پرانے ادیان کی تاریخوں سے نہ سیکھیں گے کہ مظہر ظہور الٰہی کو اور اس کے اولین مومنین کو مارنے سے پہلے ہم حقیقت کی تحقیق کریں۔

قلعہ طبرسی کا واقعہ ختم ہوا۔ اس کو چھوڑنے سے پہلے ذرا مڑ کر جھانکیں اور دیکھیں کہ غدار فاتح اپنے مردہ شکاروں کو لوٹ رہے ہیں۔ انھوں نے ایک بہادر جوان شہید کے جیب سے کچھ نکالا ہے۔ یہ کیا ہے؟ گھوڑے کے گوشت کی بھنی ہوئی ایک بوٹی جو اتنی سخت ہو گئی تھی کہ وہ اسے کھا نہ سکتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ پاک و متقدس باب کے اولین مومنین کی شہامت اور ان کے دکھوں پر دل پسیج کر زار زار روتے ہیں۔

تیسرا باب
جناب طاہرہ کی شہادت اور اُس کے بعد

اب میں ناظرین کو وہ سب اطلاعات بتلاتی ہوں جو مجھے جناب طاہرہ کی اعلیٰ حضرت ناصرالدین شاہ سے ملاقات کے متعلق ملی ہیں۔ جب آپ کو بدشت سے واپس آتے ہوئے پکڑ کر شاہ کے حضور میں لائے تو اُس نے کہا :۔

"مجھے اس کی صورت بھلی لگتی ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ اسے جانے دو۔"

کہتے ہیں کہ شاہ نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جب آپ کلانتر کے مکان میں مقید تھیں اور اُس میں تاکید کی تھی کہ آپ حضرت باب کا انکار کر کے پھر سچی مسلمان بن جائیں۔ اگر وہ ایسا کریں گی تو وہ آپ کو ایک بلند مرتبہ عطا کرے گا یعنی آپ کو حرم سرا کی خواتین کی سرپرست بنا دے گا اور آپ کو اپنی بیگم بنا لے گا۔

جناب طاہرہ نے اس خط کی پشت پر اشعار میں جواب لکھا اور شاہنشاہ کو واپس بھیجدیا۔ اشعار یہ تھے :۔

تو و ملک و جاہ سکندری　　　من و رسم و راہ قلندری
اگر آں نکو است تو درخوری　　　وگر آں بد است مرا سزا

[پادشاہت - ثروت اور حکومت تیرے لئے ہے - فقیر درویش کی طرح در بدر پھرنا میرے لئے ہے - اگر وہ مقام اچھا ہے تو تیرے لئے ہو اور اگر یہ رتبہ بُرا ہے تو میں اس کی متمنی ہوں اُسے میرے لئے رہنے دے]

شاہنشاہ نے یہ جواب پڑھکر آپ کے عجیب حوصلے اور آپ کی جرأت کی داد دی - اُس نے کہا :-

"تاریخ نے آج تک ہمارے لئے کسی ایسی عورت کو پیش نہیں کیا"

قزوین میں جناب طاہرہ کے رشتہ دار نے مجھے بتلایا کہ شہادت سے ایک دن پہلے اعلیحضرت شاہنشاہ نے آپ کو اپنے حضور میں طلب کیا - اُس دن اُس نے آپ سے کہا :-

"تم حضرت باب پر کیوں ایمان رکھتی ہو؟"

جناب طاہرہ نے اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ قرآن مجید کے الفاظ میں جواب دیا :-

"میں اُس کی عبادت نہیں کرتی جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ ہی تم اُس کی عبادت کرتے ہو جس کی میں پرستش کرتی ہوں - میں کبھی بھی اُس کی عبادت نہ کروں گی - جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ تم اُس کی عبادت کروگے جس کی میں عبادت کرتی ہوں - اس لئے مجھے اجازت دو کہ میں جس کی چاہوں اُس کی عبادت کروں اور تم جس کی چاہو اُس کی عبادت کرو" -

شاہ کچھ دیر تک سر جھکا کر خاموشی سے سوچتے رہے اور پھر بلا کچھ کہے کمرے سے چلے گئے مگر میں نے یہ سُنا ہے کہ خواجہ سرا اور شاہ کے دیگر حاشیہ بردار چاہتے تھے کہ آپ ماردی جائیں اور اگلے دن انھوں نے شاہ کی اطلاع کے بغیر آپ کو مار ڈالا اور جب شاہ نے آپ کی موت کا حال سُنا تو اُسے بہت رنج ہوا۔

کلانتر کے گھر میں قید کے دوران میں پہلے آپ کو باہر کی طرف ایک چھوٹے کمرے میں رکھا تھا جس کی سیڑھیاں نہ تھیں۔ اس لئے جب آپ نیچے آنا چاہتی تھیں تو سیڑھی لگانی پڑتی تھی۔ ایک شاہزادی جو شاعرہ تھی آئی اور جناب طاہرہ کو دیکھنے کے خیال سے اس کمرہ کے پاس سے گذری۔ شاہزادی نے آپ کو دیکھا اور اپنی ایک کتاب میں جو اُس نے لکھی تھی تحریر کیا کہ جناب طاہرہ کیسی نورانیت کے ساتھ مسرور نظر آتی تھیں ہر جگہ ہر تاریخ میں اور ہر مقرر کی تقریر میں اُس مسرّت کا ذکر پایا جاتا ہے جو آپ کو اپنے دین سے تھی۔ آپ کا رُخِ روشن ہمیشہ نورانی اور پُر جوش دکھائی دیتا تھا۔ سخت خطرہ کی حالت میں بھی آپ اپنی جان کی پروا کئے بغیر دوسروں کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتی تھیں۔ آپ شہید ہی نہیں بلکہ ہمیشہ مُسکرانے والی جوان خاتون تھیں۔ میں اُنھیں اس لئے جوان خاتون کہتی ہوں کہ اگست ۱۸۵۲ء میں جب آپ مار ڈالی گئیں تو آپ کی عمر بتیس ۳۲ یا چھتیس ۳۶ سال کی تھی۔

آپ کی موت کے متعلق مختلف بیانات ہیں اور اُن کا اختلاف اس میں ہے

کہ وہ کس طرح ماری گئیں مگر سب اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کو وجدانی طور پر معلوم ہو گیا تھا کہ آپ کی موت نزدیک ہے۔ اور آپ نے بے مثل بہادری سے اپنی جان دی۔ میں پہلے وہ لکھتی ہوں جو حضرت عبدالبہاء نے آپ کے اور آپ کی موت کے متعلق لکھا ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے لکھا :۔

"ہمارے عصر کی خواتین میں سے ایک طاہرہ ہیں۔ آپ ایک مسلم مجتہد کی بیٹی تھیں۔ حضرت باب کے ظہور کے وقت آپ نے ایسی شہامت و قوت ظاہر کی کہ جس کسی نے بھی آپ کے متعلق سُنا وہ حیران و ششدر رہ گیا۔ آپ نے پردہ اُتار کر پھینک دیا حالانکہ ایرانیوں کی یہ بہت قدیمی رسم تھی اور اگرچہ عورت کا غیر مرد کے ساتھ بات کرنا ناشائستہ سمجھا جاتا تھا یہ بہادر خاتون بڑے بڑے علماء سے مباحثے کیا کرتی تھی اور ہر دفعہ اُنھیں نیچا دکھاتی تھی۔ جب قید کر دی گئیں تو فرمایا :۔

"جب تم چاہو میری جان لے سکتے ہو مگر تم عورتوں کی آزادی کو نہیں روک سکتے"

تذکرۃ الوفا میں جناب طاہرہ کے ذکر میں آپ فرماتے ہیں :۔

"آپ کلانتر کے گھر میں مقیّد تھیں۔ اس گھر میں ایک وقت بہت بڑی تقریب ہوئی۔ کلانتر کے فرزند کی منگنی ہو رہی تھی۔ طبقہ اُمراء کی بہت سی خواتین اُس میں شریک ہونے کو آئی ہوئی تھیں۔ شہزادیاں۔ وزراء و اُمراء کی بیگمات سب وہاں تھیں۔ یہ شاندار و ممتاز مجمع تھا۔

ناچ اور گانا ہو رہا تھا اور ہر شخص مگن اور مسرور تھا - جناب طاہرہ تشریف فرما ہوئیں اور فوراً حضرت باب کی تعلیمات پر گفتگو کرنے لگیں۔ آپ کی باتیں ایسی دلچسپ و پُر تاثیر تھیں کہ ناچ رنگ کو چھوڑ کر آپ کے گرد جمع ہو گئیں اور آپ کے الہامی کلام کو سننے میں محو ہو گئیں وہ تقریباً منگنی کی دعوت کو بھول گئی تھیں -

آپ[۱] کلانتر کے گھر میں اُس وقت تک رہیں جب ایک احمق و جاہل بابی نے ...... بعض مورخ لکھتے ہیں کہ دو یا تین شخص تھے ...... اپنے محبوب کی شہادت سے دیوانہ ہو کر ۱۵ اگست ۱۸۵۲ء کو شاہ کی جان لینے کی کوشش کی۔ شاہ کے کوئی ضرب نہ آئی اور اگلے دن حسب معمول دربار میں آئے لیکن اس بابی کے خوفناک فعل نے تمام متمدن دنیا میں بابیوں کی تاریخ کے صفحات کو سیاہ کر دیا - اس کے برعکس قوموں کی تاریخ میں کبھی ایسی سزا بے گناہ لوگوں کو نہیں دی گئی جیسی ناصر الدین شاہ اور اُس کی حکومت نے حضرت باب کے مومنین کو دی - اگرچہ اُنھیں اس سازش کی خبر بھی نہ تھی پھر بھی ہر جگہ تلاش کر کے اُنھیں لائے اور ۱۵ ستمبر ۱۸۵۲ء

[۱] میں نے تاریخ کی ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ فقط پہلے کچھ وقت تک جناب طاہرہ کو باہر کے مکان میں رکھا تھا۔ کلانتر کے گھر خواتین کو آپ سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ اُنھوں نے آپ کو اندرونِ گھر بلا لیا اور آپ کو رہنے کے لئے ایک کمرہ دیا جس کے سامنے برآمدہ تھا۔ یہ گھر کی دوسری منزل پر تھا۔ آپ وہاں تین سال سے زیادہ عرصہ تک رہیں اور چونکہ قید اتنی سخت نہ تھی آپ بہت سے لوگوں سے ملیں جو کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر آپ کی باتیں سننے کے لئے آتے تھے۔

قریباً اسّی نفوس کو سخت بھیانک و وحشیانہ طریقوں سے موت کی گھاٹ اُتارا
شاہ - وزیر اعظم - فرّاشوں کا افسر اعلیٰ - حکومت کے تمام اراکین ایسا ڈر گئے
اور نفرت سے اس قدر مضطرب ہوئے کہ اُنھوں نے خوف زدہ ہو کر
حکم دیا کہ معاشرہ کا ہر طبقہ اس خونریزی میں شریک ہو اور ہر ایک
کو ان مومنین کے خون بہانے کا ذمہ دار قرار دیا - ہر طبقے کے ظلم کی
شاطرانہ نوعیت پادشاہ سے وفاداری کا نشان خیال کی جائے گی - ہمارا
کام فقط جناب طاہرہ کی شہادت کو بیان کرنا اور حضرت بہاء اللہ کے
واقعات کو لکھنا ہے - دوسروں کے متعلق آپ مطالع الانوار - ٹریولرز
نیریٹو (مقالہ سیاح) اور تاریخ جدید میں پڑھ سکتے ہیں -

شاہ پر قاتلانہ حملہ کے اگلے دن حضرت بہاء اللہ نیاوران تشریف
لے گئے جو شاہی خدم وحشم کا مقام اور شاہانہ کیمپ کی جگہ تھا
آپ کو وہاں گرفتار کر کے پا بزنجیر طہران کو لائے - میں نے وہ زمین دوز
قید خانہ دیکھا ہے جہاں آپ رکھے گئے تھے (لیکن اب یہ گھناؤنا
سوراخ تمباکو رکھنے کی جگہ بنا دیا گیا ہے) میں نے وہ صحن بھی دیکھا ہے
جہاں لے جا کر آپ کے پاؤں کاٹھ میں رکھ کر پندرہ بیت مارے
گئے تھے - آپ بالکل بے قصور تھے اور کسی نے بھی کچھ نہ کیا تھا
وہ سب بے گناہ تھے اور اس ہولناک جرم کا اُنھیں بھی ایسا ہی
صدمہ ہوا تھا جیسا کہ حکومت کو ہوا تھا - حضرت بہاء اللہ کو موت
سے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی مگر اعلیحضرت شاہ نے حکم دیا کہ سلطنت

کے وزراء آپ کے معاملہ کی خاص طور پر تفتیش کریں۔ اس تفتیش نے آپ کی بے گناہی کو پوری طرح ثابت کر دیا۔ اس لئے آپ مارے نہیں گئے مگر آپ کی ضبط کی ہوئی ملک آپ کو واپس نہ دی گئی نہ ہی آپ کو آزاد کیا بلکہ چار مہینے بعد آپ کو بغداد جلا وطن کر دیا۔ طہران میں اپنے بلند مرتبہ کے سبب آپ شاید موت سے بچ گئے لیکن ہم اہل بہاء جانتے ہیں کہ مشیت الٰہی نے آپ کی حفاظت کی کیونکہ اُس مشیت کا یہ منشاء تھا کہ آپ کے ذریعہ دنیا میں عالمگیر دور قائم کرے!

ایرانی دربار میں بعض یورپی نمائندوں نے کوشش کی کہ شاہ کو ترغیب دیں کہ ملزموں کو بلا اذیت موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے کیونکہ سب کو یہ خوف تھا کہ موت سے پہلے ان لوگوں پر نہایت سخت مظالم توڑے جائیں گے مگر اُن کی کوششیں ناکامیاب رہیں۔

جناب طاہرہ کلانتر کے گھر میں نظر بندی کی حالت میں رہتے ہوئے کسی طرح بھی شاہ کی جان لینے کی کوشش میں شریک نہ ہو سکتی تھیں پھر بھی چونکہ آپ حضرت باب کے دین کی مومنہ تھیں اس لئے وہ ہلاک کر دی گئیں۔ تذکرۃ الوفا میں لکھا ہے کہ اہلکارانِ حکومت آئے اور یہ بہانہ کر کے کہ آپ کو وزیر اعظم کے گھر لے جانے کے لئے آئے ہیں اُنھیں کلانتر کے گھر سے لے گئے۔ خود آپ نے اُس دن باقاعدہ غسل فرمایا۔ گلاب استعمال کیا۔ اپنا بہترین سفید لباس پہنا۔ گھر میں سب کو

خدا حافظ کہا اور ہر ایک کو بتایا کہ اُس شام کو آپ ایک لمبے سفر پر جا رہی ہیں۔ آپ کی ملہمانہ روح نے آپ کو پہلے سے آگاہ کر دیا تھا جب شام کو وہ آپ کو لینے کے لئے آئے تو آپ بالکل تیار تھیں وہ آپ کو ایک باغ میں لے گئے۔ جلاد بہت دیر تک آپ کے مار ڈالنے کے حکم کو پورا کرنے سے تامّل کرتے رہے اور آخر کار انکار کر دیا۔ تب وہ ایک حبشی غلام کو لائے جو نشہ میں چور تھا۔ اُس نے جناب طاہرہ کے مُنہ میں رومال ٹھونس کر آپ کا گلا گھونٹ کر آپ کو ہلاک کر دیا۔

پھر اُنھوں نے آپ کے جسدِ اطہر کو باغ کے ایک اندھے کنوئیں میں پھینک کر اوپر سے پتھر و کوڑا کرکٹ پھینک کر اُسے بند کر دیا۔ حضرت عبدالبہاء فرماتے ہیں کہ آخری دم تک حضرت طاہرہ خوش و مسرور تھیں اور ملکوتِ الٰہی کے فیوضات کو دیکھ رہی تھیں۔ اس طریقہ سے آپ نے اپنی قیمتی جان نثار کی۔ خدا کرے کہ ملکوت الٰہی میں آپ کی روح خوش و خرّم رہے۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ کس طرح ہلاک کی گئیں۔ ڈاکٹر پولاک جو آسٹریا کے رہنے والے تھے اور پہلے شاہ ایران کے طبیب۔ اور پھر میڈیکل کالج طہران میں پروفیسر تھے ۱۸۶۵ء میں ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "پرسین دلیس لینڈ اینڈ سین بیوہنر" تھا۔ PERSIEN DAS LAND UND SEINE BEWOHNER

اس میں اُس نے لکھا ہے کہ اُس نے جناب طاہرہ کو ہلاک ہوتے دیکھا تھا اور کہ آپ نے اپنی سہج سہج آنے والی ہلاکت کی اذیت کو غیر معمولی

صبر کے ساتھ برداشت کیا تھا۔

پیرس کے ایم لی کومتی ڈی گوبینو اپنی کتاب "لیس ریلیجنز ایٹ لیس فلاسوفینز ڈینیس لاایشیا سنٹرلی" میں لکھتے ہیں LAS RELIGIONS ET LES PHILOSOPHIES DANS L'ASIE CENTRALE کہ جناب طاہرہ کو گلا گھونٹ کر مار ڈالنے - - - - - - - - کے بعد جلا دیا گیا تھا۔ یہ کتاب ۱۸۶۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ دوسرے بیان میں لکھا ہے کہ آپ کا گلا تانت سے گھونٹا گیا تھا۔ انھوں نے آپ کا برقعہ اُتارنے کی کوشش کی مگر آپ نے انھیں برقعہ اُتارنے نہ دیا۔ پس اُنھوں نے برقعہ کے اوپر سے تانت آپ کے گلے میں ڈالی اور اس طرح آپ کا گلا گھونٹ کر آپ کو ہلاک کر دیا۔ تب اُنھوں نے آپ کو جبکہ آپ میں ابھی جان باقی تھی ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا اور اوپر سے مٹی و پتھر ڈال کر اُسے بھر دیا۔

۱۸۳۰ء میں جب میں طہران میں تھی تو ڈاکٹر سوسن۔ آئی۔ موڈی نے جناب طاہرہ کی شہادت کا ایک بیان دیا تھا۔ جو آپ کو جناب ادیب سے ملا تھا۔ جناب مشہور قدیم بہائی مبلغ تھے اور آپ عکا میں حضرت بہاء اللہ کی ساحت اقدس میں مشرف ہو چکے تھے۔ اوائل میں جناب ادیب یونیورسٹی کے پروفیسر تھے۔ بعد میں آپ نے طہران میں لڑکوں کے لئے تربیتی اسکول قائم کیا۔ آپ کے والد فتح علی شاہ کے خاندان میں مدرس کے عہدہ پر فائز تھے۔ مفصل ذیل بیان جناب ادیب کے دستخط کے

ساتھ لکھا ہوا ہے۔آپ لکھتے ہیں آپ جناب قلی کے گہرے دوست تھے جو جناب طاہرہ کے ساتھ آئے تھے۔ میں آپ کے بیان کا فقط وہی حصّہ لکھتی ہوں جو جناب طاہرہ کی شہادت سے تعلق رکھتا ہے وہ یہ ہے :۔

" .... طہران میں جو بھی مجلسیں ہوئیں اُن سب میں عورت اور مرد ہر دو جناب طاہرہ کی تعریف و توقیر کرتے تھے۔ بہت سی شریف مہربان خواتین آپ کے پاس آئیں اور آپ کی اُمید افزا گفتگو سُن کر بہت محظوظ ہوتی تھیں۔ سب آپ کی فصاحت کے دلدادہ تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ خواہ شہزادے ہوں یا وزیر جب آپ کے حضور میں آتے تو عاجزی سے جُھک کر آپ کو سلام کرتے تھے۔ آپ کی تقاریر و تفاسیر تمام ایران میں پھیل گئی تھیں اور کسی کو بھی آپ کی فضیلت و تبحرِ علم کی نسبت شک نہ تھا۔

" جوانی میں میں جناب طاہرہ کے بھائی میرزا عبدالوہاب کے ساتھ فلسفہ پڑھا کرتا تھا۔ جب کبھی مجھے کچھ شک ہوتا یا میں غلطی کرتا تو میں اُس سے مدد لیا کرتا تھا۔ گرمیوں میں ایک دن میں اُس کے گھر کے اندرون صحن میں گیا۔ وہ اکیلے تھے اور چونکہ گرمی تھی اس لئے وہ ایک ڈھیلا ڈھالا لبادہ پہنے ہوئے تھے۔ کچھ بیٹھنے اور موقع پانے کے بعد میں نے کہا میں آپ سے کچھ سوال پوچھنے چاہتا ہوں مگر آج تک تأمّل کرتا رہا ہوں۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو پوچھوں۔ اُنھوں نے

کہا۔ بسم اللہ! میں نے کہا کہ جناب طاہرہ کا علم و کمال لوگوں میں ایسا مشہور ہے کہ عقلیں اُسے سُن کر حیران ہیں۔ آپ سے بڑھ کر کسی کو علم نہیں ہو سکتا اس لئے آپ بتلائیں کہ یہ سچ ہے یا جھوٹ ؟

اُنھوں نے آہ بھری اور جواب دیا : "افسوس ہے کہ تم نے فقط جناب طاہرہ کا کلام ہی سُنا ہے۔ اُنھیں دیکھا نہیں۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جس مجلس میں وہ ہوتی تھیں نہ میں اور نہ کوئی اور دم مارنے کی جراُت رکھتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا تمام پچھلی و اگلی کتابیں اُن کے پاس ہیں۔ آپ ایک مضمون کو سمجھانے کے لئے علمی کتابوں سے صفحہ بہ صفحہ دلیل و برہان پیش کرتی تھیں۔ حاجی ملّا تقی جو قتل ہوا تھا کئی مرتبہ کہتے ہوئے سُنا گیا کہ جب موعود کے نشان ظاہر ہوں گے تو قزوین کا زندیق بھی ظاہر ہو گا اور زندیق کا کلام عورت کے دین کا کلام ہو گا۔ اب یہ عورت اور اُس کا دین ظاہر ہو گیا ہے۔ فی الحقیقت آپ کی تقاریر و تفاسیر آپ کی سچی گواہ ہیں۔

"اُس وقت سے علما نے تمام عورتوں کے لئے پڑھنا لکھنا منع کر دیا ہے تاکہ کہیں وہ بھی جناب طاہرہ کی طرح بابی نہ ہو جائیں۔"

۱۸۵۲ء میں کچھ مذہبی دیوانہ بابیوں نے ناصر الدین شاہ پر گولی چلائی اور تمام بابی خطرہ میں پڑ گئے ....

محمود خاں کلانتر نے شاہ اور وزیر اعظم کو اطلاع دی کہ جناب طاہرہ اُس کے گھر میں ہیں مگر وہ مقدمہ چلائے بغیر آپ کو موت کی سزا دینے سے ڈرتے تھے

وہ جانتے تھے کہ اعلیٰ خاندانوں کی معزز خواتین آپ کو خلوص کے ساتھ پیار کرتی تھیں۔ یہ خواتین ایسا شور برپا کریں گی کہ اُسے کوئی دبا نہ سکے گا۔ میں تمہیں آپ کے اثر کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ دو خواتین نے جو کلانتر کے گھرانے کی جان پہچان تھیں مجھے بتلایا کہ کلانتر کے گھر میں قید کے دوران میں کلانتر نے اپنے بیٹے کی منگنی کی تیاریاں کیں۔ یہ تقریبات کئی دن تک ہوتی رہتی ہیں اور ہر روز معاشرہ کے ایک طبقہ کے لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ ان تمام ناچ رنگ کی مجلسوں میں جناب طاہرہ اپنا پیغام لگاتار سناتی رہیں اور ایسی فصاحت کے ساتھ سناتیں کہ لوگ ناچ و تماشہ چھوڑ کر آپ کی تقریر سننے لگ جاتے۔ وہ آپ کے بیانات کی فصاحت سے تعجب سے ایسے محو ہو گئے کہ ناچ و خوشی کی تمام چیزوں کو بھول گئے۔ وہ سب گویا آپ کے قول و فعل سے مجذوب ہو جاتے اور یہ جاننے کی کوشش کرتے کہ وہ کیوں کافر ہو گئی ہیں کیونکہ اُنھیں آپ کافر ہی معلوم ہوتی تھیں۔

آپ کو نیچا دکھلانے کے لئے حکومت کے رُکن اعلیٰ نے طہران کے دو بڑے فاضل و مشہور مجتہدین حاجی ملا کانی اور حاجی ملا محمد اندرمانی کو حکم دیا کہ آپ سے مباحثہ کریں اور اعلان کیا کہ جو یہ دو مجتہد فتویٰ دیں گے اُس پر عمل کیا جائے گا[۱]۔

---

[۱] جناب طاہرہ کے پوتے نے جو طہران میں رہتا ہے مارچ ۱۹۳۰ء میں مجھے بتلایا: "میں نے خود اپنے باپ سے سنا ہے کہ ناصر الدین شاہ نے تین چوٹی کے مجتہدین سے کہا کہ وہ آکر جناب طاہرہ سے مباحثہ کریں۔ مباحثہ ہوا۔ مجتہدوں نے پوچھا "تمہارے دین کے کیا دلائل ہیں"؟ جناب طاہرہ نے قرآن مجید سے دلیلیں دیں۔ مجتہدوں نے بہت کوشش کی کہ آپ کی دلیلوں کو رد کریں مگر نہ کر سکے۔ شاہ کی خواہش تھی کہ ایک مرتبہ اور مباحثہ ہو مگر مجتہدوں نے دوسری مجلس میں جناب طاہرہ کو آنے کی مہلت نہ دی۔ اُنھوں نے اہلکاران حکومت کی منت کی کہ وہ جناب طاہرہ کو جلد از جلد موت کے گھاٹ اُتار دیں۔ ناصر الدین شاہ نہیں چاہتا تھا کہ جناب طاہرہ پر ظلم کیا جائے۔"

چنانچہ محمود خان کلانتر کے گھر میں مباحثہ ہوا۔ ہر مجلس میں آپ مجتہدین پر غالب ہوئیں پھر بھی اُنھوں نے نہ مانا اور مفصلہ ذیل فتویٰ دیا:

" یہ عورت گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والی ہے۔ اس لئے اس کی موت لازمی اور مناسب ہے"

حکومت کے اہل کاروں نے یہ فتویٰ مان لیا اور اس کے ساتھ کچھ جھوٹے الزامات کا اضافہ کرکے اسے مردوں اور عورتوں کے درمیان نشر کیا۔ پس سب آپ کی موت کے متوقع تھے۔ پھر بھی باوجود اس اعلان کے اُنھوں نے چپکے سے رات کو آپ کا کام تمام کیا۔

چونکہ فانی (ادیب) دن رات، سوتے جاگتے دین بہائی کی سچائی کو معلوم کرنے کی شوق سے کوشش کیا کرتا تھا کیونکہ اُس وقت اس کی سچائی پوری طرح مجھ پر روشن نہ ہوئی تھی اس لئے میں نے بذاتہ اس کی تفتیش کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے ایک عزیز کے پاس گیا جس کو مجھ سے محبت تھی اور میرا رازدار تھا۔ میرا عزیز مجھ سے عمر میں بڑا تھا اور ملّا تھا۔ اُس کا رجحان صوفیوں کی طرف تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا :-

"آپ اس واقعہ کی نسبت کیا جانتے ہیں ؟"

اُس نے جواب دیا مجھے اس کی صحیح اطلاع نہیں ہے مگر اس کا حاصل کرنا آسان ہے کیونکہ کلانتر کا بڑا لڑکا صوفی ہے اور میرا گہرا دوست ہے میں ایک دن اُسے دعوت دوں گا۔ تم بھی یہاں ہونا اور ہم اُس سے پوچھیں گے"

مقررہ دن ملاقات ہونے پر میں نے کہا کہ میں نے حضرت طاہرہ کی موت کے بارے میں مختلف بیانات سُنے ہیں مگر چونکہ وہ آپ کے گھر میں مقیّد تھیں آپ یقیناً دوسروں سے زیادہ مطلع ہوں گے۔ اُس نے جواب دیا: اُس دن جس کی رات کو وہ چوری سے ہلاک کی گئیں آپ نہا کر نئے کپڑے پہن کر نیچے تشریف لائیں۔ گھر میں ہر ایک سے فرداً فرداً آپ نے معافی مانگی۔ آپ ایک مسافر کی طرح نظر آ رہی تھیں جو سفر پر روانہ ہونے سے پہلے نہایت مسرت و خوشی سے لوگوں سے خدا حافظ کہتا ہو۔ مغرب کے وقت اپنے معمول کے مطابق آپ بالائی برآمدہ پر چہل قدمی فرماتی رہیں۔ آپ نے کسی سے بات چیت نہ کی مگر آہستہ آہستہ اپنے آپ سے کچھ فرما رہی تھیں۔ سورج غروب ہونے کے تین گھنٹے بعد تک یہی رہا۔ سخت حکم دیا گیا تھا کہ اُس رات کوئی اپنے کمرہ سے باہر نہ آئے ورنہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔

میرا والد میرے پاس آیا اور کہا :۔ میں نے تمام لازمی پیش بندیاں کرلی ہیں۔ تمام چوکیداروں کو حکم دیدیا ہے کہ وہ ہر چوک پر چوکس رہیں مبادا کوئی فساد برپا ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم نہایت احتیاط کے ساتھ کچھ ملازم لیکر اس عورت کو ایلخانی باغ کو لے جاؤ اور وہاں سردار کل عزیز خان کے حوالے کردو۔ جب تک معاملہ تمام نہ ہوجائے وہیں ٹھہرے رہو۔ پھر آکر مجھے خبر دو تاکہ میں جاکر شاہ کو اطلاع دوں، یہ کہکر میرے والد اُٹھے اور مجھے ساتھ چلنے کو کہا اور ہم دونوں بالاخانہ کو

گئے۔ ہم اوپر والے کمرہ پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ تیار بیٹھی ہیں۔ میرے والد نے آپ سے کہا:۔

"آپ کو دوسری جگہ جانا ہے اس لئے آپ جلدی سے چلیں"

آپ بلا تأمل چل پڑیں۔ باہر کے دروازے پر پہنچنے پر میں نے دیکھا کہ میرے والد کی سواری کا گھوڑا آمادہ کھڑا ہے۔ آپ سوار ہو گئیں اور میرے والد نے اپنی عبا آپ پر ڈال دی تاکہ کوئی نہ جانے کہ سوار عورت ہے۔ تب بہادر ملازموں کی ایک بڑی گارد کے ساتھ ہم روانہ ہوئے۔ ایک چکر دار راستہ سے جا کر ہم باغ میں پہنچے۔ وہاں آپ گھوڑے سے اُتریں اور نیچے کی منزل میں نوکروں کے کمرہ میں آپ کو رکھا۔

میں اوپر گیا جہاں سردار اکیلا ہمارا منتظر تھا۔ میں نے اُسے اپنے باپ کا سلام اور پیغام دیا۔ اُس نے پوچھا: "راہ میں کسی نے تمہیں پہچانا تو نہیں" میں نے جواب دیا کسی نے نہیں۔ اُس نے ایک ملازم کو بلایا اور دوستانہ طریقہ سے تواضع کر کے اُس کی خیریت پوچھی اور کہا:۔ کیا سفر میں تم میں سے کسی کو کوئی تحفہ ملا ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ سردار نے اُسے مٹھی بھر کر سونے کے تومان دیکر کہا:۔

"خیر یہ لو اور ابھی اُن کو جا کر دیدو۔ پھر میں اُنھیں اور انعام دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی اُس نے کہا یہ ریشمی رومال لو اور جا کر اس بابی عورت کی گردن میں ڈال کر اُس کا گلا گھونٹ دو۔ کیونکہ وہ

لوگوں کو گمراہ کرنے والی ہے "

ملازم کمرہ سے روانہ ہوا اور میں بھی اُس کے ساتھ گیا۔ وہ آگے گیا اور میں دروازہ پر کھڑا رہا۔ جب وہ جناب طاہرہ کے پاس پہنچا تو آپ نے اُس کی طرف دیکھا اور کچھ کہا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ وہ گردن جھکائے اور ترکی زبان میں منہ میں کچھ بولتا ہوا واپس جارہا ہے۔ میں سردار کے پاس گیا اور جو ہوا تھا اُنھیں بتایا۔

اُس نے قہوہ لانے کا حکم دیا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد اپنے خانساماں کو بُلایا اور پوچھا۔ " میں نے ایک وقت ایک حبشی ملازم کو برطرف کیا تھا جو اس قسم کی بدکاریاں کیا کرتا تھا وہ اب کہاں ہے ؟" خانساماں نے جواب دیا وہ اب مطبخ میں کام کرتا ہے۔ سردار نے کہا: "اُسے میرے پاس آنے کے لئے کہو" تھوڑی دیر کے بعد ایک گندہ بدشکل آدمی آیا۔ سردار نے اُس سے کہا:۔

" تم دیکھتے ہو کہ تم کس حالت کو پہنچ گئے ہو۔ اگر تم توبہ کرو اور بدکاریاں چھوڑ دو تو میں تمہیں تمہاری پُرانی ملازمت پر بحال کردوں گا اور تم چین سے زندگی بسر کروگے "

اُس آدمی نے کہا:۔

" آیندہ میں کبھی آپ کی نافرمانی نہ کروں گا "

اُس کے آقا نے اُسے کہا:۔

" خوب! مجھے یقین ہے کہ تم نے کچھ زہر مار نہیں کیا ہے۔ دوسرے

کمرہ میں جاؤ اور شراب کا جام پی کر میرے پاس آؤ اور میں تمہیں لباس و اوزار دوں گا۔"

وہ جاکر واپس آیا۔ سردار نے اُس سے کہا :-

"تم بہت بہادر ہو۔ کیا تم اُس عورت کا گلا گھونٹ سکتے ہو جو نیچے کے کمرہ میں ہے۔ اُس نے کہا ہاں اور باہر چلا گیا۔ میں بھی اُس کے ساتھ گیا۔

اُس نے جاتے ہی فوراً اُس چیز کو آپ کے گلے میں ڈال کر ایسے زور سے کھینچا کہ جناب طاہرہ بیہوش ہوکر گر گئیں۔ اُس نے آپ کے پہلو اور سینہ پر ٹھوکریں ماریں۔ تب ایک فراش (سپاہی) آیا اور وہ آپ کو اُنھیں کپڑوں میں جو آپ نے پہنے ہوئے تھے اُٹھا کر لے گئے اور ایک اندھے کنوئیں میں جو باغ کی نچلی طرف تھا پھینک دیا اور پھر اُسے پتھروں اور کوڑے سے پُر کر دیا۔ گھر لوٹ کر میں نے یہ سب حالات اپنے باپ سے بیان کئے[۱]۔"

مطالع الانوار میں بھی کلانتر کے بیٹے کا ذکر ہے کہ وہ حضرت طاہرہ کے ساتھ باغ کو گیا جہاں آپ کی جان لی گئی۔ میں یہاں اس کی کچھ عبارات نقل کرتی ہوں :-

---

[۱] خدا کا غضب اس کلانتر پر پڑا۔ نو سال بعد شاہ نے ایک دن اُس کی بداعمالیاں دیکھ کر جلادوں کو حکم دیا کہ رسی تیار کریں اور محمود خان کے گلے میں ڈال کر گلا گھونٹ کر اُسے ہلاک کریں۔ پھر اُس نے کلانتر کی لاش کو سولی پر لٹکوا دیا۔

"حضرت طاہرہ کی طہران میں اقامت کی ایک نمایاں بات یہ تھی کہ دارالسلطنت کی چوٹی کی خواتین آپ کو نہایت عزت و اُلفت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہر دلعزیزی کی بلندیوں تک آپ پہنچ چکی تھیں۔ جس گھر میں آپ قید تھیں ہمیشہ آپ کی مدّاح خواتین سے گھرا رہتا تھا جو آپ کے دروازہ پر جمع رہتی تھیں تاکہ آپ کے حضور میں جاکر آپ کے علم سے فیضیاب ہوں۔ ان خواتین میں خود کلانتر کی بیوی بھی تھی جو حضرت طاہرہ کی حد درجہ کی تعظیم کے لئے ممتاز تھی۔ آپ کے میزبان بن کر اُس نے طہران کی بہترین خواتین آپ سے تعارف کروایا۔ غیرمعمولی سرگرمی سے آپ کی خدمت کی اور خواتین میں آپ کے اثر کو گہرا کرنے میں شریک ہونے سے کبھی قاصر نہ رہی۔

اُن لوگوں نے جو کلانتر کی بیوی کے قریبی متعلقین تھے اُس سے یہ بیان کرتے ہوئے سُنا ہے:۔

"طاہرہ کی میرے گھر میں اقامت کے دوران میں ایک رات آپ نے مجھے اپنے پاس بلوا بھیجا۔ میں نے جاکر دیکھا کہ آپ نے سنگار کیا ہوا ہے اور برف جیسے سفید ریشم کا گون پہنا ہوا ہے۔ آپ کا کمرہ بہترین خوشبویات سے مہک رہا تھا"

میں نے اس غیر معمولی منظر کو دیکھکر آپ سے اپنے تعجب کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"میں اپنے محبوب سے ملنے کی تیاریاں کر رہی ہوں اور تمہیں اپنی

قید کے تفکرات و زحرات سے آزاد کرنا چاہتی ہوں "

پہلے تو میں گھبرا گئی اور آپ سے جُدا ہونے کا خیال کر کے رونے لگی۔ آپ نے مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمایا :۔

" روؤ مت ۔ تمہاری آہ و بکا کا وقت ابھی نہیں ہوا ۔ میں اپنی خواہش میں تمہیں اپنا شریک بنانا چاہتی ہوں ۔ کیونکہ میری گرفتاری اور شہادت کا وقت بہت جلد آنے والا ہے ۔ میں تم سے خواہش کرتی ہوں کہ تم اپنے بیٹے کو میری موت کی جگہ تک میرے ساتھ جانے کی اجازت دینا اور اس بات کی تاکید کرنا کہ وہ سپاہی و جلاد جن کے حوالے میں کی جاؤں گی مجھے اس لباس کے اُتارنے کے لئے مجبور نہ کریں ۔ میری یہ بھی خواہش ہے کہ میری لاش کسی گڑھے میں پھینک کر اُسے مٹی اور پتھروں سے بھر دیا جائے "

میری موت کے تین دن بعد ایک عورت آپ کے پاس آئے گی ۔ یہ چھوٹا سا بنڈل جو میں آپ کو دے رہی ہوں اُسے دیدینا ۔ میری آخری درخواست یہ ہے کہ آپ اب کسی کو میرے کمرہ میں آنے کی اجازت نہ دیں ۔ اب سے لیکر جب تک مجھے گھر چھوڑنے کے لئے بُلایا جائے کسی کو میری عبادت میں حارج ہونے نہ دیں ۔ آج میں روزہ رکھنا چاہتی ہوں روزہ جو میں اُس وقت تک افطار نہ کروں گی جب تک میں اپنے محبوب کے روبرو نہ ہوں گی .... " اُس دن اور رات میں بے چین ہو ہو کر کئی دفعہ اُٹھی اور چپکے سے آپ کے کمرہ کی دہلیز پر جا کر بڑے شوق سے وہ سننے لگی جو آپ کے لبوں سے نکل رہا تھا ۔ میں آپ کے اُس لحن سے وجد

میں آگئی جس میں آپ اپنے محبوب کی تجدید فرما رہی تھیں۔ سورج غروب ہونے کے چار گھنٹے بعد میں نے دروازے پر دستک کی آواز سنی۔ میں بھاگی ہوئی اپنے بیٹے کے پاس گئی اور اُسے طاہرہ کی خواہش سے آگاہ کیا۔ اُس نے وعدہ کیا کہ وہ آپ کی ہر ایک خواہش کو پورا کرے گا۔ میرے بیٹے نے دروازہ کھولا اور مجھے اطلاع دی کہ عزیز خاں سردار کے فرّاش دروازہ پر کھڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ طاہرہ فوراً اُن کے حوالے کردی جائے یہ خبر سُنکر میں خوفزدہ ہوگئی۔ لڑکھڑاتی ہوئی میں آپ کے دروازہ پر پہنچی اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اسے کھولا۔ میں نے دیکھا کہ آپ برقعہ پہن کر چلنے کے لئے تیار ہیں۔ جب میں اندر گئی تو آپ کمرہ میں چہل قدمی فرما رہی تھیں اور ایک مناجات مغفرت تلاوت فرما رہی تھیں جس سے رنج و فتح دونوں کا اظہار ہو رہا تھا۔ آپ نے اپنے صندوق کی چابی مجھے عنایت کی جس میں آپ نے فرمایا کہ آپ کے گھر میں اپنی اقامت کی یاد میں میں چند ایک معمولی یادگار چھوڑے جا رہی ہوں۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب آپ صندوق کھولیں اور اُس کی چیزوں کو دیکھیں تو مجھے امید ہے کہ آپ مجھے یاد کریں گی اور انھیں دیکھکر خوش ہوں گی"

یہ کہکر آپ نے مجھے الوداع کہی اور میرے بیٹے کے ساتھ میری نظروں سے غائب ہوگئیں۔ تین گھنٹے بعد میرا بیٹا روتا ہوا واپس آیا۔ وہ سردار اور اُس کے کمینے ماتحت افسروں کو کوس رہا تھا"

"۔۔۔۔۔۔ خدا کرے آنے والی نسلیں اُس کی حیات کے

شایانِ شان بیان دینے کے قابل ہوں جو آپ کے ہمعصر دینے سے قاصر رہے ہیں۔ خدا کرے آنے والے مورخ اُس کے اثر کو پوری طرح جانچ سکیں اور اُن بے عدیل خدمات کا ذکر کریں جو اس عظیم الشان خاتون نے اپنے ملک اور اُس کے لوگوں کی کی ہیں۔ خدا کرے اُس دین کے ماننے والے جس کی اپنی ایسی جانفشانی سے خدمت کی اُس کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔ اُس کی کارگذاریوں کو شرح و بسط سے بیان کریں۔ اُس کی تحریرات کو جمع کریں۔ اُس کی قابلیت و فضیلت کے راز کو افشا کریں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ کی محبت بھری یاد کو دنیا اور اُس کے رہنے والوں میں قائم کریں۔"

ہم اُن ماہرینِ شرقیات کے شکر گزار ہیں جنھوں نے آپ کی عظیم الشان زندگی کے حالات لکھے ہیں۔ طہران میں ۱۸۵۵ء سے ۱۸۵۸ء فرانسیسی سفارت کا ایک رکن لیکومیٹ ڈی گوبینو رہتا تھا۔ یہ شخص روشن خیال مصنف تھا۔ اس نے بابی تحریک کا دقیق مطالعہ کیا اور طاہرہ کے متعلق اپنی اعلیٰ درجہ کی مستند کتاب میں لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام "لیس ریلیجنز ایٹ فلاسوفیز ڈینس لے ایسی سنٹرلی"

LAS RELIGIONS ETLES PHILOSOPHIES DANS LASIE CENTRELE اس کے صفحات ۱۳۶ اور ۱۳۷ جناب طاہرہ کے حالات درج ہیں۔

لارڈ کرزن اپنی کتاب "پرشیا اینڈ دی پرشین کوئسچن" PERSIA AND THE PERSIAN QUESTION جلد اول

میں لکھتے ہیں :-

"حسین خواتین نے بھی اس نئے دین کو بھینٹ دی ہے۔ اور حسین مگر بد نصیب قزوین کی شاعرہ زرّین تاج (سونے کا تاج) یا قرۃ العین (آنکھوں کی ٹھنڈک) کی شجاعت جس نے پردہ ترک کر کے اس دین کو دور دور تک پھیلا دیا موجودہ تاریخ نہایت ہی مؤثر واقعہ ہے۔"

ویلینٹائن شیرول اپنی کتاب " مڈل ایسٹرن کویسچن" MIDDLE EASTERN QUESTION کے صفحہ ۱۲۲ میں لکھتے ہیں :-

"کسی کی یاد بھی اتنی تعظیم اور اتنا جوش پیدا نہیں کرتی جتنا اُس (طاہرہ) کی کرتی ہے اور وہ نفوذ جو آپ اپنی حیات میں رکھتی تھیں اب بھی اُسی طرح آپ کی جنس میں نافذ ہے۔"

سر فرانسس ینگ ہسبنڈ اپنی کتاب "دی گلیم THE GLEAM" کے صفحات ۲۰۲ و ۲۰۴ میں لکھتے ہیں :-

"تمام تحریک میں تقریباً سب سے زیادہ نمایاں ہستی قرۃ العین شاعرہ کی تھی۔ آپ اپنی نیکی۔ تقویٰ اور علمیت کے سبب سے مشہور تھیں۔ آپ (حضرت) باب کی کچھ آیات و نصائح پڑھکر اُن کی شاگرد ہو گئیں اور اپنے ایمان پر ایسی مضبوط ہوئیں کہ اگرچہ وہ دولتمند اور طبقۂ اُمراء میں سے تھیں آپ نے دولت۔ اولاد۔ نام و مرتبہ سب کچھ اپنے مولیٰ کی خدمت پر سے نثار کر دیا اور آپ کے دین کا اعلان کرنے اور اُسے قائم کرنے میں لگ گئیں . . . . آپ کی تقریر اتنی شیریں و دلکش ہوتی تھی کہ شادی

میں شریک مہمان ناچ ورنگ کو چھوڑ کر آپ کی تقریر کی طرف کھنچ آتے تھے۔"
ڈاکٹر ٹی۔ کے۔ چینی CHYNE اپنی کتاب" ریکن سی لی ایشن آف ریسز اینڈ ریلیجنز" RECONCILIATION OF RACES AND RELIGIONS صفحہ ۱۱۴ - ۱۱۵ میں یہ خراج تحسین ادا کرتے ہیں:۔
"قرۃ العین نے جو فصل اسلامی ممالک میں بوئی تھی وہ اب ظاہر ہونی شروع ہو گئی ہے۔ پچھلے جون میں کرسچن کامن ویلتھ کو ایک خط ملا تھا جس میں ہمیں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ چالیس ترکی عورتیں جو عورتوں کے لئے رائے دہندگی کے حق کی حامی ہیں۔ قسطنطنیہ سے عکا کو (جو مدت تک بہاء اللہ کا بجن اعظم رہا تھا) جلاوطن کی جا رہی ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے عورتوں کے لئے حق رائے دہندگی کا خیال چپکے چپکے پردہ دار عورتوں میں پھیل رہا ہے۔ مردوں کو اس کی خبر نہ تھی۔ کسی کو بھی اس کی خبر نہ تھی۔ اب یک لخت سیلاب آ گیا اور قسطنطنیہ کے مردوں نے لازم سمجھا کہ وہ اس کے متعلق سخت اقدام کریں۔ حق رائے دہندگی کی حامی عورتوں کی کلبیں بن گئی ہیں۔ عورتوں کے مطالبات پر مشتمل دانشمندانہ یادداشتیں لکھ کر سب کو بھیجی گئیں۔ عورتوں کے جرنل اور میگزین شائع ہونے لگ گئے جن میں بہترین مضامین شائع ہونے لگیں۔ عام جلسے منعقد کئے جا رہے تھے۔ تب ایک دن ان کلبوں کے ممبروں نے .... اُن میں سے چار سو نے .... پردہ ترک کر دیا۔ معاشرہ کا قدیم دقیانوسی طبقہ ششدر رہا۔ پکے مسلمان گھبرا گئے اور حکومت کو کارروائی کرنے پر

مجبور کردیا - یہ آزادی کی دلدادہ چار سو عورتیں کئی گروہوں میں بٹی ہوئی تھیں - ایک گروہ ۴۰ عورتوں کا عکا کو جلا وطن کیا گیا جہاں وہ چند روز بعد پہنچ جائیں گی - ہر شخص اس کے بارے میں چہ میگوئیاں کررہا ہے اس بات کو دیکھکر تعجب ہوتا کہ اُن لوگوں کی تعداد جو پردہ کو اُٹھا دینے کے حامی ہیں کتنی زیادہ ہے - میں نے بہت مردوں سے بات چیت کی سب کا خیال تھا کہ یہ رسم نہ فقط فرسودہ ہی ہے بلکہ خیال کو دبانے والی ہے - ترکی کے افسران آزادی کی اس روشنی کو بجھانے کی کوشش کرکے اس کے شعلوں کو اور بھڑکا دیا ہے "

میں مختلف ماخذوں سے اتنا ہی معلوم کرسکی ہوں - میرے ماخذ چھپی ہوئی کتابیں - قلمی بیاضیں اور حضرت طاہرہ کے خویش واقارب کے زبانی بیانات تھے -

مگر ایران جانے سے پہلے میں پانچوں بڑاعظموں میں حضرت طاہرہ کا نفوذ ملاحظہ کرچکی تھی - طہران کے مرکز کے ایک چھوٹے سے باغ میں اُس کنوئیں کے نزدیک کھڑے ہوئے جس میں آپ کا جسد اطہر پھینکا گیا تھا - مجھے " گاڈز ہیروز " ڈرامے کے وہ الفاظ یاد آئے جو پریس کی مسز لارا ڈریفولیس بارنی نے ہماری اس مشرقی بہن کی کہانی لکھتے ہوئے لکھے ہیں : -

" اے ارادہ کے کمزور - - - - - - - اپنی بے ادبی بند کر - کیا تو سمجھتا ہے کہ تو اُسے اس جگہ دبا سکتا ہے - وہ پھر ظاہر ہوگی اور ہمیشہ

تمہارے سامنے رہے گی۔ تو نے اُسے انسانی قلوب میں ہمیشہ کے لئے رہنے والی بنا دیا اُس کی محبت کی روح کروڑہا زندہ قلوب میں سرایت کر جائے گی۔ تو نے اپنی ناکامی کو پورا کر دکھایا اور اُس کی شہرت کو ہمیشہ کے لئے قائم کر دیا۔ طاہرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جرأت۔ خلوص اور سچائی انسانی قلوب میں پیدا کرے گی۔"

میں ترکی کے مشہور و مقتدر شاعر و مصنف سلیمان ناظم بیگ کے ساتھ متفق ہوں جس نے اپنی کتاب "ناصرالدین شاہ و بابی" میں لکھا ہے:-

"اوہ۔ طاہرہ تو ایک ہزار ناصرالدین شاہ سے زیادہ قیمتی تھی۔"

تمام دنیا میں سفر کے دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ طاہرہ کو ہر جگہ کے لوگ جانتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں جب میں نے وائنا۔ آسٹریا کی مسز میری اناہینش MARY ANNA HEINICH سے جو آسٹریا کے پریزیڈنٹ کی والدہ تھیں ملاقات کی تو اُس نے مجھ سے کہا :-

"میری تمام زندگی بھر نسوانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ قزوین - ایران کے رہنے والی طاہرہ (قرۃ العین) رہی ہے۔ میں صرف سترہ سال کی تھی جب میں نے اُس کی زندگی اور شہادت کے متعلق سنا مگر میں نے اُسی وقت یہ کہا تھا کہ "میں آسٹریا کی عورتوں کے لئے وہی کرنے کی کوشش کروں گی جو طاہرہ نے ایرانی عورتوں کے لئے کرنے میں اپنی جان دی۔" آسٹریا کی کسی عورت نے عورتوں کی تعلیم و آزادی کے لئے اتنا نہیں کیا جتنا میری اتانے کیا ہے۔ مسز ہینش کی بہت پیاری دوست ایک لڑکی

بنام مس میری فان بجماجر تھیں ۔ مس فان بجماجر نے ایک تاریخی نظم بنام قرۃ العین تصنیف فرمائی تھی ۔ یہ کتاب جرمن زبان میں نہایت دلکش ادبی شاہکار ہے ۔

برلن کی سٹاٹا بلیوتھیک کے پروفیسر جی۔ ویل نے مجھ سے "گاڈز ہیروز" عاریتاً مانگی ۔ سٹاٹا بلیوتھیک کا دنیا کی تین بڑی لائبریریوں میں شمار ہے ۔ دوسرے دن اسے واپس کرتے ہوئے آپ نے فرمایا :۔

"مجھے اس چھوٹی سی کتاب کے پڑھنے سے بہت مسرت ہوئی ہم آج ہی اسے اپنی لائبریری کے لئے منگوائیں گے ۔ ہم بہائی دین کے متعلق جتنی کتابیں ہیں سب خریدنا چاہتے ہیں ۔"

ایران کے طلبا نے جو برلن و پیرس میں تحصیل علم میں مشغول ہیں مجھے بتلایا کہ ایران میں والدین اپنی بیٹیوں کو ترقی کی فہمائش کرتے ہوئے اکثر کہتے ہیں :۔ "طاہرہ بنو ۔ قرۃ العین بنو ۔"

سنہ ۱۹۲۷ء میں لیگ آف نیشنز LEAGUE OF NATION کے جلسے کے موقعہ پر ایک بڑے ایرانی شہزادے نے مجھ سے کہا :۔

"میں بالکل نوجوان تھا جب میں نے طہران میں خداداد قابلیت رکھنے والی شاعرہ طاہرہ (قرۃ العین) کی شہادت کو سنا اور میرا یقین کریں کہ میں تین دن تک روتا رہا ۔"

بوداپسٹ ہنگری کے مرحوم آرمینیئس ویمبری نے اپنی کتاب

"۱۸۶۷ء میں میری ایران کو ہجرت اور جو کچھ میں نے وہاں دیکھا" میں حضرت باب اور آپ کے پیروؤں کے متعلق لکھا ہے:

۱۹۰۸ء میں جب حضرت عبدالبہاء بوڈاپسٹ تشریف لے گئے تو مسٹر ویمبری آپ سے ملے اور بہائی دین قبول کیا۔ ۱۹۲۶ء میں جب میں بوڈاپسٹ گئی تو آپ کا پوتا جارج ویمبری حضرت طاہرہ کی زندگی کے حالات پڑھنے میں بہت دلچسپی لیتا تھا۔

نظام حیدرآباد کے مدارالمہام نواب سر امین جنگ بہادر مسلمان[۵۱] ہیں مگر بہائی دین کے متعلق اُن کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ جب میں جون ۱۹۳۰ء میں آپ کی اعلیٰ درجہ کی لائبریری میں گئی جسے آپ اپنا "خزانہ" کہتے ہیں تو آپ نے مجھے فرمایا کہ جس چیز نے مجھے سب سے بڑھکر بہائی دین کی طرف کھینچا ہے وہ حضرت طاہرہ کی عجیب وغریب زندگی ہے۔ آپ کی بہت بڑی آرزو حضرت طاہرہ کے اشعار حاصل کرنا تھی۔

حیدرآباد دکن کی مسز سروجنی نائیڈو نے بھی جو ہندوستان کی نامور فصیح مقررہ اور شاعرہ خاتون تھیں جن کی نظمیں بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں اور جو ہندوستان میں اس صدی کی بڑی بڑی عورتوں میں شمار کی جاتی ہیں۔

---

[۵۱] آپ نے بعد میں بہائی دین قبول کر لیا تھا۔

۴ر جون ۱۹۳۰ء کو جب میں نے ایک دفعہ پھر حضرت بہاء اللہ کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے ہندوستان کا سفر کیا مجھے فرمایا:۔

"اوہ - دس برس سے میں حضرت طاہرہ کے اشعار حاصل کرنے کی متمنی ہوں"

ایران میں ایک بہائی دوست نے حضرت طاہرہ کے اشعار ایک چھوٹی سی بیاض میں لکھ کر مجھے بطور تحفہ دئے تھے میں اُن کی نقل کروانا چاہتی تھی تاکہ میں مسز سروجنی نائیڈو کی اور ہندوستان کے دیگر اہل علم کی خدمت میں جن میں مشہور اسلامی مصنف و شاعر لاہور کے سر محمد اقبال بھی تھے پیش کروں۔

ماخوذ از کتاب ظہور الحق ص۳۶۶ از اشعار قرۃ العین "طاہرہ" کہ تاکنون انتشار نیافتہ است

ای خفتہ رسید یار برخیز　　از خود بنشاں غبار برخیز
ہین بر سر مہر و لطف آمد　　ای عاشق زار یار برخیز
آمد بر تو طبیب غمخوار　　ای خستۂ دل نزار برخیز
ای آنکہ خمار یار داری　　آمد مہ غمگسار برخیز
ای آنکہ بہجر مبتلائی　　ہاں مژدۂ وصل یار برخیز
ای آنکہ خزاں فسردہ کردت　　اینک آمد بہار برخیز

ہاں سال نو و حیات تازہ است
ای مردۂ لاش پار بر خیز

ای عاشقاں ای عاشقاں شد آشکارا وجہ حق
رفع حجب گردید ہاں از قدرت رب الفلق
جبریہ کاینذم با بہاء ظاہر شدہ وجہ خدا
بنگر بصد لطف و صفا آں روے روشن چوں شفق
یعنی زخلاق زماں شد ایں جہاں خرم جناں
روز قیام است ایہاں معدوم شد لیل غسق

آمد زمانِ راستی کجی شد اندر کاستی
آں شد کہ آں می خواستی از عدل وقانون ونسق
شد از میاں جور وستم ہنگام لطف است وکرم
ای دوں بجای ہر سقم شد جانشین قوت رمق
علم حقیقی شد عیاں شد جہل معدوم از میاں
برگو بشیخ اندر زماں برخیز و برہم زن ورق
بود ارچہ عمری واژگوں وضع جہاں از چند وچوں
ہاں شبر آمد جاں خون باید بگر دانی طبق
گرچہ باندازِ ملل ظاہر شدہ شاہ دول
لیکن بہ لطف لم یزل برہاند از ایشاں غلق

ہاں صبح ہدیٰ نرنور آغاز تنفّس
روشن ہمہ عالم شد ز آفاق وز انفس
دیگر ننشنید شیخ بر مسند تزویر
دیگر نہ شود مسجد دکان تقدّس
ببریدہ شود رشتۂ تحت الحنک از دم
نہ شیخ بجا ماند نہ زرق و تدلّس
آزاد شود دھر از اوہام وخرافات
آسودہ شود خلق ز تخییل وتوسوس
محکوم شود ظلم بیازوے مساوات
معدوم شود جہل زنیروے تفرّس
گسترده شود در ہمہ جا فرش عدالت
افشاندہ شود در ہمہ جا تخم تونّس
مرقوم شود حکم خلاف از ہمہ آفاق
تبدیل شود اصل تباین بتجانس

ایا ندیمی قم فان الدیک صاح	غن لی بیتاً وناول کأس راح
لست اصبر عن حبیبی لحظۃ	ھل الیہ نظرۃ منی تباح
بذل روحی فی ھواہ ھین	تجمد القوم السری عند الصباح
قاتلتنی لحظۃ من غیر سیف	اسکرتنی عینہ من دون راح
قد کفتنی نظرۃ منی الیہ	من بہائی فی غداۃ فی رواح
ھام قلبی فی ھواہ کیف ھام	راح روحی فی قفاہ دین راح
لم یفارقنی خیال منہ قط	لم یزل ھو فی فوادی لایراح

ان یشاء یحرق فوادی فی النوی
اویشاء یقتل لہ قتلی مباح

در وصل تو می زنند احباب	افتح یا مفتح الابواب
چہ شود گر بر تو رہ یابند	کم بقوا ناظرین خلف الباب
تا کی از حضرت صبر و شکیب	طال تطوا فہم وراء حجاب
در پس پردہ تا بکی حسرت	ارھم نظرۃ بلا جلباب
از تو غیر از تو مدعائی نیست	مالدیہم سوا لقاک ثواب
سکروا فی ھوای ثم صحوا	مالھم من لدی سواک مثاب
از سبب ہا گذشتہ اند وحجب	خرقوا الحجب وارتقوا الاسباب
بنما آفتاب را بی ابر	بکشا از جمال خویش نقاب
تا بمانند عاقلان حیران	خوشک مغزان شوند اولوالالباب

بخود آیند بے خودان ھوی ہوشیاران شوند مست و خراب
بندہ و خواجہ در ہم آویزند
لاعبید بری ولا ارباب

بخیالت ای نکورو بمدام باشد ایندل بجمالت ای نکوخو بکلام باشد ایں دل
چہ نمودۂ بافسوں بدل حزیں پرخوں کہ مسلسل از نظارہ بہیام باشد ایں دل
بجمال حسن رویت بہ تتار مشک مویت بحصار بزم کویت بمرام باشد ایں دل
چہ بخوانیش بخصر بریش بعزم منظر بجمال و شوکت و فر بنظام باشد ایں دل
چہ بجذب روی ہوش شدہ ام غریق آتش نشود دگر کہ سرخوش بغمام باشد ایں دل
بہ تلطف و تکرم بہ تعطف و ترحم برہا زما تو ہم کہ ھمام باشد ایں دل
چہ زما سوی برانی ز خودش بخود رسانی زبلاء خود چشانی بدوام باشد ایں دل
ز دلم شرارہ بارد کہ نسب زنار دارد
زچہ رو ثمر نیارد کہ بہ کام باشد ایں دل

ای صبا بگو از من آں عزیز ہائی را ایں چنیں روا باشد طلعت بہائی را
ابر لطف آں محبوب رشحہ رشحہ می بارد برہیاکل مطروح محو سترہ بائی را
نسمۂ عراقیش میوزد بسی روحا زندہ می نماید او ہیکل سوائی را
باب رکن غربیش شد مفتح الابواب لطف او شدہ سائل اہل فتح طائی را
بابیان تو تریہ جھلگی بروں آئید از حجاب ہای عز بنگرید فائی را

طلعت مبیں ناگہ طالع از حجاب عز
مشنو ای عزیز من نطق لن ترانی را

چشم مستش کرد عالم را خراب　　ہر کہ دید افتاد اندر پیچ و تاب
گردش چشم وی اندر ہر نظر　　می رباید جملۂ اہل لباب
گو چہ آید زین دل مجنوں محض　　کو زدہ در خیمۂ لیلی قباب
خیمۂ آتش نشینان پر شرر　　آتش پر شعلہ زد در ہر حجاب
گر نہ باشد نار موسیٰ در ظہور　　از چہ کل محو ند اندر اضطراب
خواہم از ساقی بجامم تحفۂ　　تا بگویم با تو سر ما اجاب
ہاں نگر در ما بعین باصرہ　　تا ببینی وجہ حق را بے نقاب

آمد از شطر عماقی در نزول
با تجلی رخی چوں آفتاب

کراچی کے ایک نہایت فداکار ایرانی بہائی جناب اسفندیار بختیاری نے جو اُس وقت میرے ساتھ لاہور میں تشریف رکھتے تھے میری اس بیاض کو لیا اور ایک ہزار کاپیاں اس کی چھپوائیں تاکہ وہ ہندوستان میں تقسیم کی جا سکیں۔ طاہرہ بہت بڑی شاعرہ تھیں مگر چونکہ آپ کے اشعار روحانی تھے اور حضرت باب اور آپ کے مقدس دین کے متعلق تھے اس لئے وہ آپ کی دیگر تحریرات کے ساتھ جلادیے گئے۔ آپ کی کچھ نظمیں راگ کے طور پر گائی بھی جاتی ہیں اور میں نے ایرانی گھرانوں میں آپ کے نظموں کے ریکارڈ موسیقی کے آلات کے ساتھ سُنے ہیں۔

" طاہرہ! تو مری نہیں ہے۔ تو تو صرف آگے بڑھی ہے۔ تیری روحانی۔ دلیر انفرادیت انسانوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روحانی تاثیر پیدا کرے گی۔ اُنہیں شرافت اور تمدّن کی راہ دکھائے گی۔ تیری روحانی نظمیں بے شمار دلوں میں مخزون ہوں گی۔ تو اب بھی ہمارے لئے زندہ۔ جوشیلی بہائی مبلغہ ہے۔ تیرے کام کا ابھی آغاز ہوا ہے کیونکہ تو کروڑوں کو جو پیدا ہوں گے بہائی دین کی نعمت عطا کرے گی۔

خاتمہ

اس چھوٹی سی تاریخ کے خاتمہ پر میں بہائی دین کے اوّل ولی حضرت شوقی ربانی کے وہ الفاظ لکھتی ہوں جو آپ نے ڈان بریکیرز (مطالع الانوار) میں لکھے ہیں تاکہ وہ ہمیشہ ہمیں آگے بڑھنے کے لئے اُبھارتے رہیں۔

کون جانتا ہے کہ کتنے اُن سے بڑے بڑے کارنامے جو ماضی اور حال میں دیکھے گئے ہیں اُن سے عرصہ شہود میں آئیں جن کے ہاتھوں میں امر بہائی جیسی بیش بہا وراثت سونپی جا رہی ہے۔

کون جانتا ہے کہ اُس ہلچل و افرا تفری سے جو موجودہ معاشرہ کو مضطرب کئے ہوئے ہے ہماری توقع سے پہلے ہی حضرت بہاء اللہ کا عالمی انتظام قائم ہو جائے جس کا دھندلا سا خاکہ اُن دنیا بھر کی اُن جماعتوں میں دکھائی دے رہا ہے جو اُس کے نام پر قائم ہو چکی ہیں۔ کیونکہ اگرچہ ماضی میں بڑے بڑے عجیب کارنامے نمایاں ہو چکے ہیں۔ امر اللہ کے سنہری عصر کا جلال جس کا وعدہ حضرت بہاء اللہ کے ہمیشہ باقی رہنے والے کلام میں موجود ہے ابھی ظاہر ہونا باقی ہے۔ تاریکی کی طاقتوں کے حملے جیسا کہ نظر آ رہا ہے اس امر پر کیسے ہی تند و تخت وار کریں اور یہ مصیبت کتنی بھی حوصلہ شکن اور طویل ہو وہ غلبہ جو آخرکار خدا کا امر حاصل کرے گا ایسا زبردست ہوگا کہ کسی دین نے آج تک حاصل نہیں کیا ہے۔ مشرق و مغرب کے لوگوں کو ایک عالمگیر برادری میں مربوط کرنا جس کے متعلق شاعروں اور وسیع تخیل رکھنے والوں نے راگ

گایا ہے اور جس کا وعدہ حضرت بہاء اللہ کے پیغام کی جان ہے۔ آپ کے قانون کا زمین کے تمام لوگوں اور قوموں کو متحد کرنے کا اُستوار رشتہ تسلیم کیا جانا عالمگیر صلح کے تسلّط کا عام اعلان ہونا یہ اُس شاندار داستان کے چند فصول ہیں جو حضرت بہاء اللہ کا امر مبارک اپنی تکمیل پر تشہیر کرے گا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت بہاء اللہ کے محنت کش پیروؤں کی عام جماعت کے لئے بے عدیل شاندار فتوحات مقدر نہیں ہیں؟ یقیناً ہم اس عظیم الشان عمارت کے جو اُس کے ہاتھوں نے تعمیر کی ہے اتنے نزدیک ہیں کہ ہم اس قابل نہیں کہ اُس کے ظہور کی ترقی کے موجودہ مرحلہ پر یہ دعویٰ کر سکیں کہ اُس کے موعودہ جلال وعظمت کو پوری طرح سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے اوائل کی تاریخ جو بے شمار شہیدوں کے خون سے داغ دار ہے۔ ہم میں یہ خیال پیدا کر سکتی ہے کہ اس دین پر خواہ کچھ ہی عارض ہو۔ اس پر حملہ آور قوتیں کتنی ہی مہیب کیوں نہ ہوں۔ اسے کتنی ہی بے شمار پسپائیاں سہنی پڑیں۔ اس کا آگے کو بڑھتے جانا کبھی رک نہیں سکتا اور یہ اُس وقت بڑھتا رہے گا جب تک کہ سب سے آخری وعدہ جو حضرت بہاء اللہ کے کلام پاک میں موجود ہے اپنی تکمیل کے ساتھ پورا نہ ہو گا۔"

ضمیمہ ا

جناب طاہرہ کے اشعار

حضرت طاہرہ کے اشعار کے متعلق کیمبرج یونیورسٹی انگلستان کے پروفیسر ایڈورڈ جی۔ براؤن جرنل اور دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی جلد ۲۱ کے صفحہ ۹۳۴ پر مفصلہ ذیل بصیرت افروز بیان لکھتے ہیں :-

" باب کے علاوہ اُن لوگوں میں جنھوں نے اس المناک ڈرامے میں حصہ لیا ایک اور بھی ہستی ہے جو ہماری توجہ کو بے اختیار اپنی طرف کھینچتی ہے ۔ میرا مطلب حسین اور خداداد قابلیت کی مالکہ قرۃ العین سے ہے جو اس نئے دین کی بہادر علمبردار اور شاعرہ تھیں اور جس کا امتیازی لقب جناب طاہرہ ہے ۔ اگرچہ مجھے آپ کے اشعار حاصل کرنے کا بہت شوق تھا مگر مجھے بہت ہی کم کامیابی ہوئی ۔ شیراز کے کسی بابی کے پاس جب میری گفتگو ہوئی آپ کی کوئی نظم نہ تھی ۔ اُنھوں نے کہا کہ قزوین و ہمدان میں جہاں قرۃ العین تبلیغ امر کیا کرتی تھیں اور طہران میں جہاں آپ نے جامِ شہادت نوش کیا غالباً آپ کی نظمیں مل سکیں مگر نیرد میں مجھے دو چھوٹی غزلیں ملیں جو آپ کی طرف منسوب کی گئیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اِن نظموں کو خاصکر پہلی نظم کو قرۃ العین کی طرف منسوب کرنا بہت مشکوک ہے ۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایران کے مسلمان ہر اُس چیز سے جو بابیوں

سے تعلق رکھتی ہے سخت نفرت کرتے ہیں اس لئے اُن کا اُن نظموں کو پڑھنا جو مسلماً آپ کی کہی جاتی ہیں ناممکن ہے۔ اس لئے اگر آپ حقیقت میں اُن نظموں کے کہنے والی تھیں جن کی لطافت وجمال نے آپ کے دشمنوں کو بھی بلا ارادہ سراہنے پر مجبور کیا تو یہ بھی بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی اس تعریف کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے اُن نظموں کو کسی دوسرے شاعر کی طرف منسوب کریں۔ میرے اس خیال کی تائید ایران کے ایک ایرانی فاضل کے جس سے طہران میں میری ملاقات ہوئی اس قول سے ہوتی ہے۔ یہ فاضل خود تو بابی نہیں تھا مگر جو بابی تھے اُن سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اُس نے کہا کہ قرۃ العین کی کہی ہوئی بہت سی نظمیں لوگوں کے پسندیدہ راگ بنی ہوئی تھیں جو یہ نہیں جانتے تھے کہ اِن کا کہنے والا کون ہے۔ باب کی طرف جو صریح اشارات تھے وہ البتہ بیچ سے کاٹ دئے گئے تھے۔ یا بدل دئے گئے تھے تاکہ کوئی نہ بتا سکے کہ نظمیں کس کی کہی ہوئی ہیں۔

"بغیر وثوق سے کہے کہ اُن دونوں نظموں میں سے کوئی ایک جناب طاہرہ کی کہی ہوئی ہے۔ میں اُن میں سے دوسری کا ترجمہ یہاں دیتا ہوں۔ میں نے اصل بحر کی نقل کر کے نظم میں ہی ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس کی طرزِ تحریر کا اُس سے بہتر خیال حاصل ہو سکے جو نثر میں ترجمہ کرنے سے ہو سکتا۔ میں نے حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اصل مفہوم کو ہاتھ سے نہ دوں اگرچہ ایسا کرنے میں ترجمہ کی انگریزی کچھ اچھی نہ ہو۔

یہاں پروفیسر براؤن کا انگریزی ترجمہ درج ہے (مترجم)

جناب طاہرہ کی فارسی میں کچھ نظمیں ۱۹۳۰ء میں جب میں چار مہینے بہائی تعلیمات کی تبلیغ کرنے کے بعد ایران سے روانہ ہوئی تو مجھے دی گئی تھیں۔ اسی سال مئی کے مہینے میں میں سیدھی ہندوستان آئی اور ہندوستان کی سفر کے دوران میں میں نے دیکھا کہ متنورین کا طبقہ قرۃ العین سے خوب واقف ہے اور آپ کی نظموں سے گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ میں نے اپنے دوست جناب اسفندیار کے۔بی۔ بختیاری سے جو بہت ہی فدا کار۔ ایرانی بہائی ہیں اور کراچی میں رہتے ہیں۔ کہا کہ وہ اُن نظموں کی نقل کر کے مجھے دیں تاکہ میں ہندوستان کے شاعروں اور مصنفوں کو دے سکوں۔

اس محترم بہائی نے فوراً ایک ہزار کتابیں چھپوالیں اور یہ میں نے اپنے قابل یادگار۔ ہندوستان و برما کے دورہ کے دوران میں تقسیم کیں۔ ۱۹۳۳ء پھر اس دورہ کی یادگار میں جناب بختیاری نے ایک ہزار اور کتابیں شائع کیں اور ہندوستان کے پڑھے لکھوں میں تقسیم ہوئیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہندوستان کے پڑھے لکھوں کی بہت بڑی تعداد فارسی زبان جانتی ہے اور وہ جناب قرۃ العین کے حالات زندگی اور اُن کے اشعار ہم مغرب کے رہنے والوں سے بہت بہتر جانتے ہیں۔

میں نے جناب بختیاری سے درخواست کی ہے کہ وہ ان جناب طاہرہ کی فارسی نظموں میں سے ساٹھ نظمیں لے کر انھیں اس کتاب

کے تتمہ کے طور پر اس میں شامل کریں - ایک دن یہ سب نظمیں انگریزی زبان اور بہت سی دوسری زبانوں میں ترجمہ ہوں گی -

بہت سے ہندوستانی فاضلوں کو حضرت طاہرہ کی نظمیں زبانی یاد ہیں - ایک مشہور مستشرق پروفیسر ایم - ہدایت حسین فیلو اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی اور بنگال اور اس وقت سکریٹری رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ اُن میں سے ایک ہیں - دنیا کے پانچوں براعظموں کے فاضل خط لکھکر جناب طاہرہ کی زندگی اور اُن کے اشعار کے متعلق دریافت کرتے ہیں *

اشعار گوہربار حضرت طاہرہ

(قرۃ العین)

گر بتو افتدم نظر چہرہ بہ چہرہ رو برو
شرح دہم غمِ ترا نکتہ بہ نکتہ مو بہ مو

از پئے دیدنِ رخت ہمچو صبا فتادہ ام
خانہ بخانہ در بدر کوچہ بہ کوچہ کو بہ کو

میرود از فراق تو خونِ دل از دو دیدہ ام
دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جو بہ جو

دور دہان تنگ تو عارضِ عنبرین خطت
غنچہ بہ غنچہ گل بہ گل لالہ بہ لالہ بو بہ بو

ابرو و چشم و خال تو صید نمودہ مرغ دل
طبع بہ طبع و دل بہ دل مہر بہ مہر و خو بہ خو

مہر ترا دل حزیں بافتہ بر قماش جان
رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ تار بہ تار و پو بہ پو

در دلِ خویش طاہرہ گشت و ندید جز ترا
صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا پردہ بہ پردہ تو بتو

ومن ابیاتہا الحسنۃ روح اللہ روحہا

هله اے گروه عمائیان بکشید هلهله و له
که ظهور دلبر ماعیان شده فاش وظاهر و برملا
بزنید نغمه ز هر طرف که زوجه طلعت ماعرف
رفع القناع و قد کشف ظلم اللیال قد انجلی
برسید به سپاه طرب صنمی عجم صمدی عرب
بدمید شمس زماغرب بدوید الیه مهرولا
فومان نار زارض فانوران نور زشهر طا
ظهران روح زشطرها ولقد علا و قد اعتلا
طیر العما تکفکفت ورق البها تصفصفت
دیک الضیاء تذورقت متجملا متجلجلا
زظهور آن شه آلهه زالست آن ماه مالهه
شده آلهه همه والهه تبغنیات بلیٰ بلیٰ
بتموج آمده آن یمی که بکربلاش بجرمی
متظهر است بهر دمی دو هزار وادیٔ کربلا
زکمان آن رخ پر دله زکمند آن مه ده وله
دو هزار فرقه وسلسله متفرقا متسلسلا

ہمہ موسیان عمائش ہمہ عیسیان سمائش
ہمہ دلبران بلقائش متولہا متزملا
بحر الوجود تموجت لعل الشہود تولجت
سفق الخمود تلجلجت بلقائہ متجملا
حکل جمال زطلعتش قلل جبال زرفعتش
دول جلال زسطوتش متخشعاً متزلزلا
دلم از دو زلف سیاہ او زفراق روی چو ماہ او
تبراب مقدم راہ او شدہ خون من متبلبلا
زغم تو اے مہ مہربان زفراقت ای شہ دلبران
شدہ روح ہیکل جسمیان مستخففا متخلخلا
تو وآن تشعشع روی خود تو وآں طمع موی خود
کہ رسانیم تو بکوی خود متسرعا متعجلا

ایضاً

لمعات وجہک اشرقت وشعاع طلعتک اعتلا
زچہ رو الست بربکم نزنی بزن کہ بلی بلی
بجواب طبل الست تو زولا چو کوس بلا زدند
ہمہ خیمہ زد بدر دلم سپہ غم وحشم بلا

من و عشق آں مہ خوبرو کہ چو زد صلای بلیٰ براو
بہ نشاط و قہقہہ شد فرو کہ انا الشہید بہ کربلا

چو شنید نالہ مرگ من پے ساز من شد و برگ من
فمشی الی مہرولا و بکی علی مجلجلا

چہ شود کہ آتش حیرتی زنیم بقلۂ طور دل
فسککتہ و دککتہ متدکدکا متزلزلا

پے خوان دعوت عشق او ہمہ شب ز خیل کروبیان
رسد ایں صفیر مہیمنی کہ گروہ غمزدہ الصلا

تو فلس ماہی حیرتی چہ زنی ز بحر وجود دم
بنشین چو طوطی و دمبدم بشنو خروش نہنگ لا

ومن اشعارھا الرشیقۃ قدس سرھا

جذبات شوقک الجمت لبسلاسل الغم والبلا
ہمہ عاشقان شکستہ دل کہ دہند جان برہ ولا

اگر آں صنم زرہ ستم پے کشتن من بے گناہ
لقد استقام بسیفہ فلقد رضیت بما رضیٰ

سحر آں نگار ستمگرم قدمی نہاد بہ بسترم
واذا رایت جمالہ طلع الصباح کانما

زچہ چشم فتنہ شعار او زچہ زلف غالیہ بار او
شدہ نافۂ ہمہ ختن شدہ کافری ہمہ خطا

تو کہ غافل ازمی وشاہدی پے مرد عابد وزاہدی
چہ کنم کہ کافر جاحدی زخلوص نیت اصفیا

تو و ملک وجاہ سکندری من ورسم و راہ قلندری
اگر آں نکوست درخوری وگر آں بداست مراسزا

بمراد زلف معلقی پے اسپ و زین مغرقی
ہمہ عمر منکر مطلقی زفقیر فارغ بے نوا

بگذر زمنزل ماومن بگزیں بملک فنا وطن
فاذا فعلت بمثل ذا فلقد بلغت بما تشاء

ومن ابیاتھا اللطیفۃ روح اللہ روحھا

جوانی چہ آورد و پیری چہ برد
بت خورد سال و می پسال خورد

بت خورد سالے کہ یک جلوہ اش
ببرد از دل اندیشہ خواب و خورد

می سال خوردیکہ یک قطرہ اش
نخورد آنکہ مرد و نمرد آنکہ خورد

زیک خم دہر ساقی روزگار
ترا صاف صاف مرا درد درد
ھزاراں اسیر و بند و یکی
غبار علائق زقلبش سترد
نہ بازی است رفتن بمیدان عشق
کہ از صد ہزاران یکی پا فشرد
زطوطی دعا دعوی از مدعی است
بہ بینیم تا گوی میدان کہ برد

ومن غزلیاتہا الجیدہ طاب رمسہا

بدیارِ عشق تو ماندہ ام زکسی ندیدہ عنایتی
بہ عزیمِ نظری فگن تو کہ پادشاہ ولایتی
گنہی بود مگر ای صنم کہ زسرِعشق تو دمبدم
اہجرتنی و قتلتنی داخذتنی بجنایتی
بنمودہ طاقت وصبرِ طے بکشم فراق تو تا بہ کے
ہمہ بند بندِ مرا چو نے بود از غم تو حکایتی
بجز المقول لمدکہ نقص الحسوس لوصفہ
بکمالِ تو کہ برد رہی بنود بجز تو نہایتی

چو صبا برت گذر آورد ز بلاکشان خبر آورد
رخ زرد و چشم تر آورد چه شود کنی تو عنایتی
قدمی نهی تو به بسترم سحری بناگهی از کرم
بهوای قرب تو بر پرم بدو بال وہم بجنا حتی
برہانیم چه ازیں مکاں بکشانیم سوی لامکاں
گذرم زجان جهانیاں که تو جان وجانده خلقتی

ومن اشعارها المليحة عطر الله انفاسها

(بعضی نظم ذیل را نیز از حضرت طاہرہ دانند و برخی نسبت آنرا بجناب نبیل "مورّخ بہائی" دہند)

طلعات قدس بشارتی که جمال شده برملا
بزن اے صبا تو بساحتش بگروه غمزدگان صلا
صلا اے طوائف منتظر زعنایت شہ مقتدر
مستتر شده مشتهر متبهیاً متجلّلا
شده طلعت صمدی عیاں که بپا کند علم بیاں
زگمان و وہم جهانیان جبروت اقدسه اعتلا
بسریر عزت و فخر شاں بنشسته آں شه بے نشاں
بزد آں صلا به بلاکشاں که گروه مدعی الولا

چو کسی طریق مرا رود کنمش ندا کہ خبر شود
کہ ہر آنکہ عاشق من بود رہد ز محنت و ابتلا
کسی او نکرد اطاعتم نگرفت حبل ولایتم
کنمش بعید ز ساحتم دہمش بقہر ببا دلا
صمدم ز عالم سرمدم احدم ز منبع لا حدم
پے اہل افئدہ آمدم علموا الیٰ لمقبلا
قبسات نار مشیتی انا ذا الست بربکم
بگذر ز ساحت قدسیاں بشنو صفیر بلیٰ بلیٰ
منم آں ظہور رہیمنی منم آں نیت بے منی
منم آں سفینۂ ایمنی و لقد ظہرت مجلجلا
شجر مرقع جاں منم ثمر عیاں و نہاں منم
ملک الملوک جہاں منم ولی البیان و قد علا
شہدائی طلعت نار من بدوید سوئی دیار من
سر و جان کنید نثار من کہ منم شاہنشاہ کربلا

Tahirih Qurratu-l-ayn

(URDU)